وَمَا اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ (القرآن)

رجسٹرڈ ایل ۳۶۷۷
رجسٹرڈ ایل ۳۶۷۷

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام ٹریکٹ سیریز اردو (ماہوار)

جلد ۱ ماہ اکتوبر و نومبر ۱۹۳۵ء نمبر ۲ اور ۳

کشف الظنون عن المراق والجنون

از
جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام

ٹریکٹ سیرز

جماعت احمدیہ کی مخالفت میں اس وقت ایک طوفان بے تمیزی برپا ہے۔ اس مخالفت میں اصولی بحث کا تو سرے سے نام ہی نہیں۔ قرآن و حدیث سے کسی مسئلے پر روشنی ڈالنا یا کسی کی غلطی کو ظاہر کرنا کوئی عیب کی بات نہیں مگر افسوس ہے کہ ہمارے مخالف ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ کے اصول کو چھوڑ کر عیسائیت اور آریہ سماج کا پس خوردہ کھا رہے ہیں۔ یعنی اپنا سارا زور صرف ذاتی نکتہ چینی پر صرف کر رہے ہیں بلکہ ان مخالفین حق سے بھی زیادہ پستی کی حالت میں گر گئے ہیں۔ سب و شتم اور استہزا کا طریق جو کبھی پیروان حق نے اختیار نہیں کیا آج جماعت احمدیہ کی مخالفت کا طغرائے امتیاز ہے۔ اس سے زیادہ کمینگی یہ ہے کہ بڑے بڑے علماء اور اخبار نویس صریح جھوٹ بول کر مسلمانوں کو دھوکے دے رہے ہیں۔ جب مولوی ظفر علی خاں کے پایہ کا لیڈر اور مفتی کفایت اللہ صاحب کے پایہ کا عالم اس مخالفت میں کھلا جھوٹ بولنے سے پرہیز نہ کریں تو ان کے پیرو جو کچھ کریں کم ہے۔

یہ ٹریکٹ سیرز اس مخالفت کے جواب میں شروع کیا گیا ہے اور امید کی جاتی ہے کہ ایک مختصر ٹریکٹ ماہوار انگریزی اور اردو میں نکلتا رہیگا جس میں مخالفت کے کسی ایک پہلو پر بحث ہوگی۔ جن احباب کے پاس یہ ٹریکٹ پہنچیں وہ انہیں ایک مسلسل کتاب کا ایک جزو سمجھ کر محفوظ رکھیں اور دوسروں کو پہنچانے میں یہ اصول اختیار کیا جائے کہ جس شخص کو ایک ٹریکٹ پہنچایا گیا ہے اسے آخر تک سارے ٹریکٹ پہنچائے جائیں۔

محمد علی پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم　　نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

باب اوّل

آں خردمند یکہ او دیوانہ ات
شمع بزم است آنکہ او پروانہ ات

مخالفین حق نے ہر مامور من اللہ کو مجنون کہا ہے

ناتجربہ کاری کے زمانہ کا خیال

ابتدا میں جب دنیا کے مذہبی نشیب و فراز کا مجھے تجربہ نہ تھا میں یہ سمجھا کرتا تھا کہ نبیوں اور مجددوں کی مخالفت لوگ اسی وجہ سے کرتے ہوں گے کہ ان کے دعاوی پر جو دلائل دی جاتی ہوں گی وہ مخالفوں کے لئے تسلی بخش نہ ہوتی ہوں گی اور جب کبھی اس قسم کی آیات میرے سامنے آتی تھیں کہ:-

وما اختلف فیہ الا الذین اوتوہ من بعد ما جاءتھم البینٰت بغیا بینھم (بقرہ)

"اور نہیں اختلاف کیا اس کے بارے میں مگر ان لوگوں نے جن کو وہ دیا گیا تھا۔ کھلے کھلے دلائل اور نشانات آجانے کے بعد آپس کی ضد اور سرکشی سے"

تو میرے دل کو ایک قسم کا انقباض ہو جاتا تھا کہ کھلے کھلے دلائل کے بعد۔ کون شخص محض ضد اور سرکشی سے حق سے انکار کر سکتا ہے۔ آخر مذہب کی بنیاد

راستی پسندی اور دیانت داری اور انصاف پر ہوا کرتی ہے۔ مذہب
تو ضمیر کی آواز کو زندہ کرنے آتا ہے۔ مذہب کے بارے میں ضد اور سرکشی
کیسی؟ مذہب تو نام ہی ہے راستی اور انصاف اور دیانتداری کا؟

قرآن کریم کی حالی تصویر و تفسیر

خدا بھلا کرے حضرت مجدد وقت مرزا غلام احمد کا اور ان پر ہزار ہزار رحمتیں ہوں۔ ان کے دعوے مجددیت و ماموریت کے ہزارہا فوائد میں سے ایک بڑا اور نمایاں فائدہ یہ ہوا کہ قرآن کریم کی تفسیر قالی اور حالی دو نو رنگ میں اہل نظر پر اس شان سے جلوہ گر ہوئی کہ اگر یوں کہا جائے کہ ایمان ثریا سے واپس آگیا تو بجا ہے۔ حضرت مجدد وقت کے قلم معجز رقم سے جو قرآنی معارف و حقائق کا دریا بہا اور آپ کے فیض روحانی سے طالبان علم کے سینے اور دماغ جو قرآن کریم کی علم و حکمت کی روشنی سے منور ہوئے۔ اس سے قطع نظر کرتے ہوئے آپ کی زندگی آپ کا دعویٰ۔ آپ کے اخلاق فاضلہ آپ کے مقاصد عالیہ۔ آپ کی مخالفتیں بجائے خود قرآن کریم کی حالی تصویر و تفسیر ثابت ہوئیں۔ جس سے وہ آیات قرآنی جن کے متعلق سمجھ نہ آتا تھا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے وہ عملی رنگ میں اس طرح سامنے آگئیں کہ ہر ایک پہلو پر روشنی پڑ گئی۔

مخالفین مسیح موعود کی ضد اور سرکشی

ابھی مذکورہ بالا آیت کو لے لو جس میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ خدا کے فرستادہ کے آنے پر وہ لوگ بھی ہوتے ہیں جو محض ضد اور سرکشی سے

مخالفت کرتے ہیں اور دلائل اور نشانات کے آجانے کے بعد بھی مخالفت سے باز نہیں آتے۔ یہ امر پہلے سمجھ نہ آتا تھا مگر اب صاف سمجھ میں آتا ہے۔ حضرت مرزا صاحب کی مخالفت جس رنگ میں آجکل احرار پارٹی اور علماء مکفرین اور بعض ایڈیٹروں کی طرف سے ہو رہی ہے کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ اس میں ذرہ برابر بھی انصاف اور راستی پسندی کا شائبہ ہے۔ دلائل پر دلائل دیئے جاؤ۔ کیسی ہی معقول بات کہو وہ بجائے غور کرنے کے ہمیشہ یہ کوشش کریں گے کہ اس میں سے کونسا طریق اختیار کیا جائے جس سے اس بات کے اثر کو ملیا میٹ کیا جائے۔

معاندین احمدیت کا ٹیڑھاپن

وہ حضرت مرزا صاحب کی تمام تحریروں کو پڑھیں گے۔ ان کے ہزارہا معارف وحقائق اور صداقتوں پر سے گذریں گے مگر کوشش یہی ہوگی کہ ان تمام علم وحکمت کے دفاتر کے کسی گوشہ میں سے کوئی ایسا فقرہ نکال لیں جس سے ان کے زعم باطل کی ان کے خیال میں تائید ہوتی ہو۔ آگے پیچھے کے فقروں کو کاٹ دیں گے تاکہ بات مبہم ہو کر رہ جائے ہمیشہ متشابہ فقرہ کو لیں گے جس کے معنی اچھے بھی ہو سکتے ہیں اور اچھے معنوں کی تائید کے لئے محکم عبارات اردگرد موجود بھی ہونگی۔ مگر وہ ان تمام محکمات کے خلاف ہمیشہ برا پہلو لیں گے۔ اور قرآن کریم کے اس نقشہ کو اپنے وجود سے پورا کرکے دکھادیں گے کہ فاما الذین فی قلوبھم زیغ فیتبعون ما تشابہ منہ (آل عمران) کہ جن لوگوں کے دلوں میں ٹیڑھاپن ہوتا ہے

وہ متشابہ فقروں کی پیروی کرتے ہیں۔ اور کچھ نہ ملے گا تو اپنی طرف سے کوئی عبارت افترا کے طور پر گھڑ لیں گے یا کسی عبارت کو تحریف کر کے پیش کر دیں گے۔ چونکہ عوام الناس ہر ایک حوالہ کے لئے اصل کتاب کو تلاش نہیں کیا کرتے۔ اس لئے ان لوگوں کو یہ تسلی ہوتی ہے کہ جس قدر بھی تحریف کر لی جائے لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ رہ سکتی ہے۔ خدا کی نظر کی انہیں پروا نہیں۔ اگر اس تحریف کو کھول کر دکھا دیا بھی جائے تو ذرا شرم نہ آئے گی۔ کبھی اظہار ندامت نہیں کریں گے بلکہ نہایت جرأت کے ساتھ کسی اور تحریف بازی اور بہتان طرازی میں مشغول ہو جائیں گے۔

خواہشات نفس کے پجاری

یہ سب باتیں کیا ظاہر کرتی ہیں یہی کہ خدا کا یہ کلام برحق ہے کہ مخالفت کرنے والے لوگ کھلے دلائل اور نشانات کے بعد بھی مخالفت کیا کرتے ہیں۔ اور یہ محض بغی یعنی ضد اور سرکشی ہوتی ہے کہ ایک شخص کو نہیں ماننا۔ کیوں؟ بس نہیں ماننا۔ اس سے ضد ہے۔ نفرت ہے۔ وہ دن کو دن کہیگا تو ہم رات کہہ دیں گے۔ اسی کا نام قرآن کی اصطلاح میں بغی ہوتا ہے میں نے تو ایسے مولوی بھی دیکھے ہیں جو کہتے ہیں کہ "اگر خود خدا بھی عرش سے نیچے آکر یہ کہے کہ مرزا سچا ہے تو ہم تب بھی نہیں مانیں گے" بس حد ہو گئی یہ وہی لوگ ہوتے ہیں جو خدا کو خدا نہیں مانتے بلکہ اپنے نفس کو خدا مانتے ہیں۔ جن کا مطلوب و معبود خدا نہیں ہوتا بلکہ اپنے نفس کی خواہشات اور کبر ہوتا ہے۔

متضاد و بے نتیجہ باتیں

مگر ایک بات جو بیحد حیرت انگیز ہے وہ یہ ہے کہ حضرت مرزا صاحب کے ہاتھ سے اسی ۸۰ سے زیادہ کتب تصنیف ہو کر نکلیں۔ ہزارہا صفحے اشتہارات اور اقوال کے آپ کے شائع ہوئے جن میں علم و حکمت کا ایک سمندر ٹھاٹھیں مارتا نظر آتا ہے۔ ان سب کو ہی بغی کے دلدادہ مخالف ایک طرف تو جھوٹ اور افترا کا طومار بتلاتے ہیں اور دوسری طرف جنون کا نتیجہ بھی بتلاتے ہیں۔ گویا یہ خود بھی کسی نتیجہ پر نہیں پہنچے ہوئے ہیں جس سے معلوم ہوا کہ صحیح تحقیق و تشخیص سے انہیں سروکار نہیں بلکہ ان ھم الا یخرصون کے مطابق نقط اٹکل بازی ان کا شیوہ ہے۔ جس بات کو ماننا ہی نہ ہو اس سے انکار کی کوئی وجہ تو پیدا کرنی چاہیئے۔ اس لئے یونہی واہی تباہی بلا تحقیق بغیر سوچے سمجھے کبھی کہہ دیا جھوٹ اور باطل ہے کبھی کہہ دیا جنون ہے۔

مخالفین احمدیت کفار عرب کے نقش قدم پر

سوال تو یہ ہے کہ آخر ہے کیا؟ اور تم کس نتیجہ پر پہنچے ہو؟ کیا ناقابل انکار صداقتوں کا انبار باطل کہلایا کرتا ہے؟ کیا علم و حکمت جنون کا نتیجہ ہوا کرتا ہے؟ خدا کیلئے غور کرو۔ کسی نتیجہ پر پہنچو۔ لیکن غور کون کرے جبکہ بغیا بینھم کا قبضہ دل و دماغ پر موجود ہو ان لوگوں کی حالت جعلوا القران عضین کی عجیب و غریب عملی تفسیر ہے جیسا کہ قرآن کے مخالف قرآن کی نسبت طرح طرح کی باتیں بنایا کرتے تھے اور اس مجموعہ علم و حکمت کو کوئی تو شعر و شاعری کا ایک باطل طومار بتاتا تھا اور کوئی سحر بتاتا تھا اور کوئی جنون خیال کرتا تھا۔ اور

کوئی کہانت نام رکھتا تھا۔ آخر یہ اس قدر تفرقہ کیوں تھا اسی لئے کہ کسی کو تحقیق سے غرض نہ تھی محض ضد اور سرکشی کے طور پر مخالفت تھی۔ جو جس کے منہ میں آیا بک دیا۔ بلا تحقیق کئے ہوئے انکار کی کوئی وجہ جب بتانی ہو تو وقتی طور پر جو بات خیال میں آئی منہ سے نکال دی۔ تحقیقات کر کے کسی نتیجہ پر پہنچے ہوتے تو اس کی نسبت اس قدر اختلاف آراء کی کیا وجہ تھی ؟

حضرت مرزا صاحب کی تمام مجددین سے زیادہ مخالفت ہوئی

علیٰ ہذا القیاس حضرت مرزا صاحب کے متعلق ایک طرف تو اس قدر کفر کے فتوؤں اور گالیوں کی بوچھاڑ ہے کہ الامان۔ مجھے ان گالیوں اور ہرزہ سرائیوں پر غور کرنے سے یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ اگرچہ سارے نبیوں کی مخالفت ہوئی اور بہت بہت دکھ دیا گیا مگر جس قدر مخالفت اور گالیاں اور دشنام طرازیاں ہمارے حضرت نبی کریم صلعم کے متعلق ہوئیں اس کی نظیر نہیں ملتی جیسا کہ پادریوں اور آریوں وغیرہ کی کتب شاہد ہیں۔ اسی طرح یوں تو سارے مجددین ہی کی مخالفت اور تکفیر ہوئی۔ مگر جس قدر مخالفت اور گالیاں اور دشنام طرازیاں حضرت مرزا صاحب کے بارے میں ہوئیں یہ بھی مجددین میں اپنی نظیر نہیں رکھتی۔

فیصلہ کی آسان راہ

قصہ کوتاہ یہ کہ ایک طرف تو حضرت مرزا صاحب کو فرضی طور پر جھوٹا مدعیٔ نبوت قرار دے کر دل کھول کر انہیں گالیاں دی جا رہی ہیں۔ دوسری طرف انہیں مجنون بھی کہا جا رہا ہے۔ میرے خیال میں تو فیصلہ کی یہ راہ بڑی آسان

تھی۔ اگر یہ ثابت ہو جائے کہ حضرت مرزا صاحب مجنون تھے تو پھر ان کی مزید مخالفت کی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی مجنون کی باتوں پر نہ گورنمنٹ گرفت کرتی ہے نہ پبلک۔ نہ خدا۔ کوئی عقلمند انسان اس کے قول اور فعل سے رنجیدہ نہیں ہوتا کیونکہ جس شخص کا دماغ ہی مختل ہو اس کے کسی قول یا فعل سے آزردہ ہونا انسان کے اپنے دماغی نقص کو ظاہر کرتا ہے۔

مخالفین حق پر "مجنون" کا رعب

مگر یہ کیا راز ہے کہ ایک طرف تو ایک شخص کو مجنون بتایا جاتا ہے دوسری طرف اس کا ڈر بھی اس قدر دلوں پر غالب ہے کہ ایک سرے سے دوسرے سرے تک تمام ہندوستان میں اسکے خلاف پروپاگنڈا کیا جا رہا ہے جس میں علماء اور مشائخ سے لیکر بعض اخباروں کے ایڈیٹر اور بعض چوٹی کے شاعر اور فلسفی بھی شامل ہیں۔ کیا مجنون کے کارنامے بھی اس قدر نتیجہ خیز ہوتے ہیں جس کے لئے لاکھوں آدمیوں کے شور و ہنگامے اور سینکڑوں قسم کے پروپاگنڈے کی ضرورت ہوتی ہے۔ مجنون کے کام تو نتیجہ خیز نہیں ہوتے اسکا کوئی مقصد نہیں ہوتا۔ اس کے اسباب و ذرائع صحیح اور مسلسل نہیں ہوتے اس کی سعی غیر مربوط کو اگر چھوڑ دیا جائے تو وہ خود بخود مر جاتی ہے۔ کیونکہ مجنون کی بات دلوں پر قبضہ کرنے کی اپنے اندر قوت نہیں رکھتی

صداقت کی کاری ضرب

پھر یہ خطرہ کس بات کا ہے جس کے لئے دن اور رات ایک کر رکھے

ہیں کبھی گورنمنٹ کو مداخلت کے لئے بلایا جاتا ہے اور کبھی کوئی ایڈیٹر رو رو کر شہنشاہ جارج پنجم کے حضور عرضداشتیں طبع کر کے بھیجتا ہے۔ یہ فریاد اور آہ وزاری کس بات کی ہے۔ ؎

بے خودی بے سبب نہیں غالب
کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

یہ بے قراری اور افرا تفری اور پروپاگنڈا اور ہنگامہ خود بتا رہا ہے کہ جسے مجنون بتایا جاتا ہے وہ مجنون نہ تھا بلکہ اُس کی صداقت کی ضرب کسی ایسی کاری جگہ لگی ہے کہ باطل پرستوں کے جسم کا عضو عضو اس صدمہ سے پھڑک رہا ہے۔ اور سوائے دشنام طرازیوں اور افترا پردازیوں کے اور کچھ کرتے دھرتے بن نہیں پڑتا۔

منشی حبیب اللہ کلرک انہار کا بے معنی رسالہ

منشی حبیب اللہ کلرک انہار جو دنیا کی تعمیر اور دین کی تخریب میں بہت شہرت پا چکے ہیں۔ حضرت مرزا کے جنون پر رسالہ لکھ کر بہت خوش ہیں اور بغلیں بجاتے پھرتے ہیں کہ ہم نے مرزا کو مجنون ثابت کر دیا۔ مگر میں ان بزرگ سے عرض کروں گا کہ پھر اپنے علماء و مشائخ اور احرار اور ایڈیٹروں کے جنون کا علاج کیجئے جو ایک مجنون سے اس قدر ڈر رہے ہیں اور اس کے خلاف متحد ہو کر ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں۔

سنت الاولین

یہ منشی جی اور ان کے ہمنوا خدا کے برگزیدوں کو مجنون کہنے والے

آج کوئی نئے پیدا نہیں ہوئے یہ سنت الاولین ہمیشہ سے چلی آئی ہے
قرآن کریم کو پڑھو تو معلوم ہوتا ہے کہ کوئی خدا کا مامور نہیں گذرا جسے مجنون
نہیں کہا گیا۔ کس قدر حیرت انگیز بات ہے کہ ابتدائے دنیا میں بھی جب
نسل انسانی ارتقا کے ابتدائی منازل طے کر رہی تھی۔ اُس وقت حضرت
نوح علیہ السلام جیسا عظیم الشان نبی مبعوث ہوتا ہے اور قوم اسے مجنون
بتاتی ہے۔ نوح کی قوم نوح کے متعلق کہتی ہے ان ھو الّا رجلٌ بہ جنّۃ
(المومنون) یہ نہیں ہے مگر ایک پاگل آدمی۔ اور پھر ہزارہا سال بعد جب
نبیوں کا خاتم محمد رسول اللہ صلعم دنیا میں تشریف لاتے ہیں تو بھی وہی
آواز مخالفوں کی زبان سے نکلتی ہے کہ قالوا معلم مجنون (الدخان) کہتے
ہیں کہ سکھایا پڑھایا ہوا مجنون ہے۔ کیسا تشابہت قلوبھم کا نظارہ ہے
حق کے دشمنوں کے دل و دماغ کی مشابہت کس قدر حیرت انگیز ہے۔
پھر آج اگر تشابہت قلوبھم کے ماتحت لوگ یہی بات مرزا کے متعلق کہہ
اٹھیں کہ معلّم مجنون کہ یہ بالکل بے علم شخص تھا۔ مولوی نور الدین وغیرہ
سکھاتے پڑھاتے تھے تو کچھ لکھتا تھا۔ اور مجنون تھا تو ظاہر ہے کہ یہ
سنت الاولین ہے جسے تاریخ نے پھر دوہرایا۔ اور جب بھی کوئی مرد
حق آئے گا یہی آواز اٹھے گی۔ حضرت حافظ علیہ الرحمۃ نے کیا خوب کہا
ہے کہ ؎ در کوئے نیکنامی مارا گذر نہ دادند
گر تو نمے پسندی تغییر کن قضا را

باب دوم

جنابِ باری کے چار دلائل

باطل کا انتہائی عجز

جنون کا الزام دراصل باطل کے انتہائی عجز کا مظاہرہ ہوتا ہے
مردِ حق کے ربانی علم و حکمت اور آسمانی معارف و حقائق اور علوم لدنیہ
اور اسرار باطنیہ سے عاجز آ کر اہل باطل کو سوائے اس کے کوئی چارہ نہیں
رہتا کہ جنون کا پروپاگنڈا کر کے پبلک کو اس کی پیش کردہ صداقتوں سے
روکا جائے۔ یہ بے بسی کا آخری حربہ ہے۔ مگر نہایت کمزور حربہ ہے
کیونکہ واقعات اس کے مخالف ہوتے ہیں۔ آئندہ آنیوالے حالات
اس کو جھٹلاتے ہیں۔ اُس شخص کی تعلیم اور اخلاق اسکی تردید کرتے ہیں۔

جنابِ الٰہی کا فیصلہ کن جواب

چنانچہ خود جنابِ الٰہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جنون منسوب
کرنیوالوں کو جو جواب دیتے ہیں وہ فیصلہ کن ہے۔ اس سے بڑھ کر کیا
کوئی جواب دے گا۔ ارشاد ہوتا ہے :-

ن والقلم وما يسطرون ۙ ما انت بنعمة ربك بمجنون ۚ و
ان لك لاجرا غير ممنون ۚ وانك لعلى خلق عظيم ۚ فستبصر
ويبصرون ۙ بايكم المفتون ۚ (سورہ ن)

ترجمہ۔ دوات اور قلم اور جو کچھ لوگ لکھتے ہیں تو اپنے رب کے
فضل سے مجنون نہیں۔ اور بیشک تیرے لئے اجر ہے جو کبھی
منقطع نہ ہوگا۔ اور بے شک تو انتہائی درجہ کے اخلاق فاضلہ
پر قائم ہے۔ پس تو بھی دیکھیگا اور یہ مخالف بھی دیکھیں گے
کہ تم میں سے کون دیوانہ تھا۔

مجنون کے الزام پر جو جواب ارشاد فرمائے ہیں وہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں اور آنے والی نسلوں کے لئے مشعل ہدایت کا کام دے رہے ہیں

پہلی دلیل

سب سے پہلے جو دلیل ارشاد فرمائی وہ یہ ہے کہ دوات اور قلم سے لکھنے والے اہل علم و تحقیق جو کچھ بھی لکھیں گے ان سب سے یہی ہویدا ہوگا کہ محمد رسول اللہ صلعم مجنون نہ تھے بلکہ آپ کی تعلیم، آپ کا نمونہ علم و حکمت کا بہترین مرقع اور خدا کی توحید معرفت اور شفقت علی خلق اللہ کے لئے بہترین نور ہدایت ہے۔ دوات اور قلم سے اہل علم و تحقیق نے جو کچھ بھی لکھا اور لکھتے رہتے ہیں جس کا کہ تعلق آنحضرت صلعم اور آپ کی لائی ہوئی تعلیم سے ہو سکتا ہے وہ یا تو علم دین ہے یا تاریخ اور سائنس ہے۔ فرمایا جاؤ دنیا بھر کی مذہبی کتب اور اخلاقی فلسفہ کی کتابوں کو جو تمہیں تحریر شدہ ملتی ہیں اس تعلیم سے ملا کر دیکھ لو۔ تم اس تعلیم کو سراسر علم و حکمت

پر مبنی اور مکمل سے مکمل ہدایتوں اور جامع صداقتوں سے مملو پاؤ گے۔ کیا ایسی تعلیم مجنون دماغ کا نتیجہ ہؤا کرتی ہے۔

حضرت نبی کریمؐ کی تعلیم کے متعلق تاریخ و سائنس کا فتویٰ

تاریخ کے لکھنے والے اور ان کے پڑھنے والے تمہیں بتائیں گے کہ محمد رسول اللہ صلعم نے جو کچھ ابتدائی حالتِ بیکسی و بےبسی میں دعویٰ کیا تھا۔ اور قبل از وقت جو باتیں بتائی تھیں وہ کس طرح آخرکار پوری ہو کر رہیں اور آپ کی تعلیم نے دنیا میں کس قدر انقلابِ عظیم پیدا کر کے دکھایا کہ صدیوں سے مری ہوئی قوم کو زندہ کر دیا۔ بت پرستوں کو موحد۔ ڈاکوؤں اور بدکاروں، فاسقوں اور فاجروں کو متقی اور عادل۔ مہذب اور باخدا بنا دیا۔ جہالت میں غرق شدہ قوم کو علم و حکمت کا مشعل بردار بنا دیا۔ کیا یہ مجنونوں کے کارنامے ہؤا کرتے ہیں۔ کیا بگڑے ہوئے دماغوں کے یہی کرشمے ہؤا کرتے ہیں جس فلسفہ اور حکمت کو قرآن کے ذریعہ محمد رسول اللہ صلعم نے دنیا کو سکھایا وہ ایسا ہے کہ دنیا کی سائنس ترقی کرے گی اور کرتی چلی جائے گی مگر ہمیشہ اس کی صداقت پر شہادت دیتی رہے گی۔ ایک اُمی شخص جو آج سے ساڑھے تیرہ سو سال قبل دنیا میں اُس وقت آتا ہے جب سائنس کی ترقیات کا نام و نشان بھی نہ تھا اس وقت جو حکمت و فلسفہ وہ دنیا کے آگے پیش کرتا ہے اُس کی تکذیب سائنس کے کسی شعبہ کی ترقی آج تک نہ کر سکی۔ بلکہ سائنس کی ترقیات نے اُن کی مزید تفسیر و تشریح ہی کی۔ کیا مجنون ایسی ہی فلسفہ و حکمت کی باتیں کیا کرتے ہیں۔ اگر یہی جنون ہے تو کاشکہ دنیا ایسے کئی مجنون پیدا

کر دے تا کہ دنیا علم و حکمت سے بھر جائے اور توحید و معرفت سے اور زیادہ منور ہو جائے۔ حضرت مجدد وقت کیا خوب فرماتے ہیں ؂

اُمّی و در علم و حکمت بے نظیر

زیں چہ باشد حجتے روشن تر ے

حضرت نبی کریم صلعم کی کامیاب ترین شخصیت

پس پہلی دلیل حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مجنون ہونے کے خلاف جو جناب الٰہی نے ارشاد فرمائی وہ یہ ہے کہ تمام کتب سماوی اور اخلاقی فلسفہ کی کتب سے جو لکھی گئیں آپ کی تعلیم بلند و برتر ہے۔ اور اتنا ہی نہیں بلکہ آئندہ بھی بہت کچھ لکھنے والے لکھیں گے اور علم و حکمت اور تاریخ و فلسفہ اور اخلاقی و روحانی اور سائنس کی باتیں دنیا میں معرض تحریر میں آئیں گی لیکن کوئی علم کوئی حکمت کوئی تاریخی واقعہ کوئی سائنس کا اصول محمد رسول اللہ صلعم کی تعلیم پر۔ آپ کی زندگی پر۔ آپ کے پیش کردہ دعاوی اور صداقتوں پر حرف نہ رکھ سکیگا اور نہ اس تعلیم سے بہتر تعلیم کوئی پیش کر سکے گا بلکہ یہ سب علوم آپ کی صداقت اور آپ کے منجانب اللہ اور صاحب علوم لدنیہ ہونے پر مہر تصدیق لگاتے رہیں گے۔ اور آپ کی مذہبی شخصیت کو اس قدر عظیم الشان مرتبہ پر دکھائیں گے کہ دشمنوں کی گردنیں اس کے آگے جھک جائیں گی جیسا کہ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا میں یورپین محققین کو اعتراف کرنا پڑا ہے کہ "دنیا کی تمام مذہبی شخصیتوں اور نبیوں میں آپ صلعم کی شخصیت کامیاب ترین شخصیت ہے" (دیکھو انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا مضمون بر قرآن)

کیا مامور من اللہ کو مجنون کہنے والے خود تو مجنون نہیں؟

کیا مجنون ایسے ہی علم و حکمت کے موتی دنیا میں لٹا یا کرتے ہیں۔ اور ایسے ہی روحانی انقلاب پیدا کر دیا کرتے ہیں کہ دنیا کے عقلمندوں کی گردنیں اس کی شوکت کے آگے جھک جاتی اور اُس کے نور سے دانش و حکمت کی آنکھیں خیرہ ہو کر رہ جاتی ہیں۔ کیا اس قسم کی شخصیتوں کو مجنون کہنے والے خود تو مجنون نہیں؟ یا اُن کی آنکھیں خود تو اندھی نہیں؟ کہ آفتاب علم و حکمت انہیں نظر نہیں آتا۔ کیا خوب سعدی علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے کہ

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم
چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

دوسری دلیل

دوسری دلیل جو جناب الٰہی نے دی وہ یہ ہے وان لك لاجراً غیر ممنون۔ اور بے شک تیرے لئے اجر ہے جو کبھی منقطع نہ ہو گا۔ مجنون کے کاموں کا کوئی مقصد نہیں ہوتا۔ یا اگر مقصد ہوتا ہے تو غلط ہوتا ہے۔ جو اسباب وہ اپنے مقصد کے لئے جمع کرتا ہے وہ مختل دماغ کے ماتحت ہمیشہ غلط ہوتے ہیں نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے کام میں کبھی کامیاب نہیں ہوتا۔ اور اس کی بات اپنے اندر قبولیت کی قوت نہیں رکھتی۔ اسے اگر کچھ کامیابی ہو بھی تو وہ عارضی ہوتی ہے۔ لیکن جو شخص خدا کی طرف سے کھڑا ہوتا ہے اُس کے سامنے ایک نہایت اعلیٰ اور صحیح مقصد ہوتا ہے اور خدائی ہدایات کے ماتحت وہ اُس کے لئے اسباب بھی نہایت صحیح مہیا کرتا ہے۔ اور اگرچہ اس مقصد کے حصول اور اسباب

کے جمع کرنے میں کتنی ہی مشکلات کا سامنا ہو اور لوگ طرح طرح سے اس کی مخالفت بھی کریں لیکن وہ اپنے مقصد کے حصول میں کبھی مایوس نہیں ہوتا کیونکہ اُسے جناب الٰہی سے اپنی کامیابی پر ایک یقین ہوتا ہے اور اُس کی باتوں میں اثر اور قبولیت کی علامات ہوتی ہیں کیونکہ اُن کا منبع آسمانی علم و صداقت ہوتا ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسے شخص کی کامیابی یقینی اور اُس کے مقصد کے حاصل ہونے پر اُس کا اجر قطعی ہے۔ اور چونکہ اس کا مقصد بہت بلند اور عظیم الشان ہوتا ہے یعنی اپنے بندوں کا اپنے رب سے تعلق جوڑنا اور خدا کی مخلوق سے شفقت اور ہمدردی بغیر کسی احسان اور معاوضہ کے محض خدا کی رضا کیلئے رکھنا اس لئے اس کا اجر بھی بہت وسیع پیمانہ پر اور غیر منقطع ہوتا ہے اور اس کے ثمرات دائمی ہوتے ہیں۔

حضرت نبی کریم صلعم کی لامتناہی اور غیر منقطع کامیابی

پس یہاں محمد رسول اللہ صلعم کو فرمایا کہ تمہاری بعثت جس مقصد اور مشن کے لئے ہے وہ اس قدر بلند اور عظیم الشان ہے کہ اس کا اجر غیر منقطع ہے۔ کچھ شک نہیں کہ اس راہ کی تمہاری مشکلات کو دیکھ دیکھ کر ایک انسان جس کی نظر اسباب دنیوی تک محدود ہے کہہ اٹھتا ہے کہ یہ جنون ہے لیکن نہیں۔ وقت آتا ہے کہ یہ مشکلات کے پہاڑ اُڑ جائیں گے۔ اور آپ کی لائی ہوئی تعلیم اور حکمت قلوب پر قبضہ کرے گی اور دین میں انقلاب عظیم پیدا کر دے گی اور اس عظیم الشان کامیابی پر جو نتائج پیدا ہوں گے وہ ایسے لامتناہی اور غیر منقطع ہوں گے کہ آسمان و زمین بول اٹھیں گے

کہ اس شخص کو مجنون کہنے والے خود مجنون تھے۔

کیا کسی مجنون کا مقصد اس قدر بلند ہو سکتا ہے ؟

کیا مجنون کے مقاصد اتنے عالی ہوتے ہیں کہ آخر کار عقلمندوں کی گردنیں اس کے آگے جھک جاتی ہیں اور ان کے حصول پر غیر منقطع اجر مترتب ہوتے ہیں۔ کیا ایک مجنون اسباب کو ایسے صحیح طریق پر جمع کرتا ہے کہ اس کی راہ کے مشکلات کے پہاڑ سب اُڑ جاتے ہیں اور مقصد حاصل ہو جاتا ہے۔ اگر ایسا شخص مجنون ہے تو اس مجنون پر ہزار ہا عقلمندوں کو نثار کر دینا زیبا ہے۔ دیکھو محمد رسول اللہ صلعم جس مقصد کو لیکر کھڑے ہوئے کیا اسے پورا کر کے نہ دکھا دیا۔ اور تمام مشکلات کے طومار کو ھباءً منثورًا بنا کر نہیں اُڑا دیا۔ بت پرستوں کو موحد، وحشیوں کو بااخلاق دہریوں کو باخدا، بدعملوں کو متقی اور پارسا بنا دیا۔ دنیا کو اس علم اور تہذیب سے بھر دیا جس پر قیامت تک دنیا بھر کی تہذیبیں اپنی بنیادیں رکھا کریں گی۔ حالی مرحوم نے کیا خوب فرمایا ہے کہ ؎

بہار اب جو دنیا میں آئی ہوئی ہے
یہ سب پَود انہی کی لگائی ہوئی ہے

اور پھر وہ تعلیم وہدایت اور توحید و معرفت دنیا کو سکھائی جس سے بڑھکر ممکن نہیں اور جو قیامت تک کے لئے کافی اور مکمل ہے اور جس کے درخت ہمیشہ اُسی طرح پھل دیتے رہیں گے جیسا کہ ابتدائے اسلام میں دیتے رہے ہیں۔ دراصل اولیا و اقطاب اور مجددین و محدثین کا وجود بھی انہی

ثمرات کے وجود کا ایک مظاہرہ اور اسی اجر غیر ممنون کا ایک شائبہ ہے۔ کیا اس تمام علم و تہذیب اور توحید و معرفت کا اجر جس سے غیر منقطع طور پر ایک عالم مستفیض ہو رہا ہے آپ کے نامۂ اعمال میں اجر غیر ممنون بن کر نہیں درج ہو رہا؟ یقیناً ہو رہا ہے۔ کیا مجنون ایسے ہی ہوا کرتے ہیں۔ اور ایسے ہی مقاصد عالی سامنے رکھ کر دنیا میں انقلاب عظیم پیدا کر جاتے ہیں اور ایسے امور عظیمہ کی بنیادیں دنیا میں رکھ جاتے ہیں جن کا اجر کبھی منقطع نہیں ہوتا۔

تیسری دلیل تیسری دلیل جو جناب الٰہی نے دی ہے وہ ہے وانک لعلٰی خلق عظیم۔ اور بے شک تو بڑے عظیم الشان اخلاق پر قائم ہے۔

حضرت نبی کریم صلعم کے اخلاق فاضلہ

آپ کے اخلاق فاضلہ کی نسبت حضرت عائشہ رضؓ سے کسی نے دریافت کیا تھا تو فرمایا تھا کہ کان خلقہ القرآن کہ آپ کے اخلاق معلوم کرنا چاہتے ہو تو قرآن کو پڑھ لو۔ گویا آپ مجسم طور پر ان تمام اخلاق فاضلہ کے مظہر تھے جو قرآن کریم میں مذکور ہیں۔ بی بی سے بڑھ کر شوہر کے اخلاق کو پڑھنے والا اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ ایک شخص اپنی پارسائی دنیا بھر سے منوا سکتا ہے لیکن اس میں اگر کوئی نقص ہے تو بی بی کے سامنے اُس کی کوئی ظاہرداری اور ملمع کاری چل نہیں سکتی کیونکہ بی بی محرم راز اور اپنے شوہر کی ہر ایک اخلاقی کمزوری سے واقف

ہوتی ہے پس آنحضرت صلعم کی خدمت میں ابتدائے دعویٰ رسالت میں آپ کی نسبت آپ کی بی بی حضرت خدیجہ کا یہ شہادت دینا کہ آپ گھبرائیے نہیں آپ کو اللہ تعالیٰ ضائع نہ کرے گا۔ کیونکہ آپ صلۂ رحمی کرتے ہیں۔ بیواؤں اور یتیموں کی مدد کرتے ہیں اور اخلاق فاضلہ کے وارث ہیں۔ جہاں آپ کی تمام جوانی کی عمر کا نقشہ پیش کر دیتا ہے وہاں آپ کی وفات کے بعد حضرت عائشہ کے یہ الفاظ کہ آپ کے اخلاق عین قرآن تھے۔ آپ کے تمام زمانۂ رسالت کے اخلاق کی صحیح تصویر دکھلا دیتے ہیں۔ مصائب میں آپ کی شجاعت و استقامت۔ صبر اور شکر۔ ایثار اور قربانیاں۔ توکل اور تحمل۔ اور کامیابی کے حاصل ہونے کے بعد آپ کی فقر و سادگی۔ عفو و کرم۔ جود و سخا شفقت و ہمدردی حوصلہ و حلم۔ جنگوں میں آپ کی اعلیٰ درجہ کی سپاہیانہ قابلیت۔ شجاعت و بسالت۔ جرأت و مردانگی۔ امن میں آپ کا انتظام سلطنت عدالت و انصاف، غربا پروری۔ ایثار باہمی غرضکہ تعلق باللہ اور شفقت علی اللہ کے سینکڑوں نمونے آپ کی زندگی میں ایسے پائے جاتے ہیں جن کی نظیر تاریخ عالم پیش کرنے سے عاجز ہے۔ اگر ان پر کچھ لکھا جائے تو سیرت کی ایک مبسوط کتاب بنتی ہے۔

کیا یہ اخلاق عالیہ جنون کے کرشمے ہیں؟

کیا یہ مکارم اخلاق کسی مجنون کے جنون کے کرشمے ہیں جن پر نظر کر کے دنیا کے زیرک اور عقلمند انسانوں کو حیرت سے انگشت بدنداں

ہو جانے کے سوا چارہ نہیں۔ اسی بات کو دوسری جگہ یوں ارشاد فرماتے ہیں کہ ما صاحبکم بمجنون کہ یہ شخص جو رات دن تمہاری صحبت میں رہتا ہے مجنون نہیں۔ گویا اخلاق فاضلہ ہو یا جنون ہو دونو کا پتہ لگتا ہے کسی شخص کی صحبت میں رہنے سے جیسا کہ ہر ایک واقف کار جانتا ہے کہ کسی شخص کے جنون کی کماحقہ تشخیص کرنی ہو تو ڈاکٹر لوگ اسے زیر مشاہدہ بلکہ صحبت میں رکھتے ہیں۔ کیونکہ ایسا شخص کسی نہ کسی وقت اپنے جنون کا اظہار کرتا اور اخلاق انسانی سے گر جاتا ہے اور یہ اختلال دماغ پر ایک نشان ہوتا ہے۔ پس ارشاد ہوتا ہے کہ محمد رسول اللہ صلعم تو رات دن تمہارے بیچ تمہاری صحبت میں رہتا ہے۔ اس کے اخلاق تمہارے پیش نظر ہیں۔ آخر جنون کی کوئی بات تو بتلاؤ۔ اگر نہیں تو پھر اسے مجنون کہنا خود تمہارے اپنے اختلال دماغ پر دلیل ہے

چوتھی دلیل

چوتھی دلیل یہ دی کہ فستبصر و یبصرون بایکم المفتون۔ آگے چل کر تو بھی دیکھے گا اور یہ لوگ بھی دیکھ لینگے کہ تم میں سے مجنون کون تھا یعنی واقعات خود بتائیں گے کہ آیا محمد رسول اللہ صلعم مجنون تھے یا آپ کو مجنون کہنے والے خود مجنون تھے۔

واقعات کا فتوے

چنانچہ واقعات پر نظر ڈالو۔ آپ کے دعوےٰ اور تعلیم کی صداقت اور اس کا اثر۔ آپ کو اپنے مقاصد میں کامیابی۔ آپ کے ہاتھوں عظیم الشان انقلاب جو روحانی اور اخلاقی۔ مذہبی اور علمی دنیا میں

رونما ہوا۔ کیا وہ جنون تھا یا وہ لوگ مجنون تھے جو اس قدر دین و دنیا کے لئے مفید امر کو روک کر اور مٹا مٹا کر اہل دنیا کو اس عظیم الشان نعمت و رحمت سے محروم رکھنا چاہتے تھے۔ اور آخر کار اپنی ہر ایک سعی اور کوشش میں ناکام و نامراد رہ کر دنیا و آخرت میں خسران و خذلان کے وارث ہے۔

میرے خیال میں یہ چاروں دلیلیں کسی کے جنون کے خلاف اس قدر مسکت اور شافی وکافی ہیں کہ اس کے بعد جنون یا دماغی خرابی کا الزام لگانا جیسا کہ عیسائی پادری اب تک نعوذ باللہ آنحضرت صلعم پر لگاتے ہیں۔ درحقیقت خود اپنے اختلال دماغ کا ثبوت ہے ؞

باب سوم

قرآنی معیار کی روشنی میں حضرت مرزا صاحب پر الزام جنون کی حقیقت

مخالفین احمدیت کے مختلف پیمانے

حضرت مرزا غلام احمد مجدد وقت پر جنون کا الزام لگانے والے کاش کہ اسی معیار کو اگر اپنے سامنے رکھتے تو وہ اس غلط بیانی اور افترا پردازی کے مرتکب نہ ہوتے۔ مگر حق یہ ہے کہ ان کے اپنے گھر کے لئے ناپنے کا پیمانہ اور ہے اور باہر کے لئے ناپنے کا پیمانہ اور ہے۔ یہ تو المطففین کا گروہ ہے جو دوسروں کے حق کو اس پیمانہ سے ناپ کر نہیں دیتے جس پیمانہ سے ناپ کر اپنا حق دوسروں سے لیتے ہیں میں مختصراً ان سب دلائل کو لیتا ہوں۔

دلیل اوّل

مخالفین اسلام کے حملے

پہلی دلیل کو لیجئے۔ اس زمانہ پُرفتن و پُرآشوب میں جب ہر طرف سے اسلام پر طرح طرح کے حملے ہو رہے تھے اور دجال نے اسلام کے خلاف وساوس اور اعتراضات کے انبار جمع کر دیئے تھے اور دہریت اور مادہ پرستی نے مذہب کی جڑوں کو اکھاڑ پھینکا تھا اور

عیسائی پادریوں اور آریوں نے آنحضرت صلعم کی ذات گرامی کی نسبت نعوذ باللہ ایسے ایسے شرمناک اعتراضات جمع کر دیئے تھے کہ ہر ایک تعلیم یافتہ آدمی اسلام سے بیزار نظر آنے لگا تھا۔

مدافعت کی ناکام کوشش

اور مدافعت کی یہ حالت تھی کہ بعض روشن خیال علماء دین کی طرف سے اگر کچھ جواب دیا جاتا تھا تو وہ ایسا جیسے آٹے میں نمک اور اکثر الزامی جس سے ایک محقق کی تسلی نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ ایک کانا آدمی اگر کسی دوسرے کو یہ کہہ دے کہ تو خود کانا ہے اس لئے میرے کانا ہونے پر اعتراض کرنے کا تجھے کوئی حق نہیں تو اس سے تو صرف اتنا ثابت ہوگا کہ دونو فریق کانے اور عیب دار ہیں ان میں سے بے عیب کوئی بھی نہیں پس اگر کسی عیسائی نے کسی مسلمان پر کوئی اعتراض کیا اور اُس نے یہ جواب دے دیا کہ تمہارے پرانے نبیوں میں بھی تو یہی بات موجود ہے اس سے دونو عیب دار تو ثابت ہو گئے لیکن بے عیب کوئی بھی نہ ٹھیرا۔

دور حاضر کے بعض مسلمان متکلمین کی کمزوری

مسلمانوں میں بعض متکلمین ایسے بھی اُٹھے جنہوں نے تحقیقی جواب دینے کی بھی کوشش کی۔ مثلاً سید امیر علی اور سر سید احمد خاں جن میں مؤخر الذکر بزرگ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ان بزرگوں نے نہایت نیک نیتی سے جواب دینے کی کوشش کی مگر اس کوشش میں یہ بزرگ سائنس اور مادیت سے اس قدر مرعوب اور مغلوب ہوئے کہ ایمانیات

کے اہم اصولوں کو اس طرح مادی رنگ میں رنگ دیا کہ درحقیقت وہ اصول جن پر اسلام کی بنیادیں کھڑی تھیں ہاتھ سے ہی نکل گئے مثلاً دعا جس پر اسلام میں تمام تعلق باللہ اور عبادات اور محبت و معرفت الٰہی کی بنیاد کھڑی ہے اسے بے اثر اور محض دل کی تسلی کا ایک ذریعہ قرار دے کر تمام ترقیاتِ رُوحانی کی جڑ کاٹ کر رکھ دی ۔ وحی کو صریح الفاظ میں خارج سے نازل شدہ قرار دینے کی بجائے دل کی ایک اپج قرار دیدیا ۔ جس طرح شاعر کے دل سے شعر پھوٹ کر نکلتا ہے اسی طرح نبی کے دل کے اندر سے ایک خیال بمع الفاظ اُٹھتا ہے جسے وہ مخلوق کے آگے پیش کرتا ہے ۔ ظاہر ہے کہ مذہب کی حیثیت اس کے بعد کچھ نہیں رہتی ۔ ملائکہ کو قدرت کے قوٰی قرار دینا ۔ اور معجزات سے انکار کر دینا اور جنت و دوزخ کو استعارہ محض قرار دے دینا اس کے سوا اور کیا ظاہر کرتا ہے کہ کوئی جواب جب بن نہ پڑا تو ان کے وجود سے قریب قریب انکار کر کے اپنی جان چھڑائی ۔ ؎

زاہد نہ داشت تابِ جمالِ پری رخاں
کنجے گرفت و یادِ خدا را بہانہ ساخت

حضرت مرزا صاحب کی ایمانی و علمی جرأت

اس امر کا سہرا اگر کسی شخص کے سر پر باندھا جا سکتا ہے جس نے خدا تعالیٰ کی ہستی ۔ وحی ۔ ملائکہ ۔ معجزہ ۔ جنت و دوزخ ۔ دعا ۔ وغیرہ تمام مسائل ایمانیات کی صداقت پر وہ دلائل قاطع اور براہین ساطع مہیا کئے

جو تحقیقات علمی کا نچوڑ ہیں اور ان چیزوں کے وجود کو روز روشن کی طرح ثابت کر کے دکھایا تو وہ بلا شبہ مرزا غلام احمد ہیں۔ اتنا ہی نہیں بلکہ آپ نے انتہائی جرأت کے ساتھ ایک اشتہار انعامی دس ہزار روپے کا یورپ و امریکہ میں شائع کیا کہ ہم قرآن کریم کے منجانب اللہ ہونے اور محمد رسول اللہ صلعم کی رسالت کی صداقت پر تین سو دلائل دیتے ہیں۔ اگر کوئی عیسائی یا آریہ سائنسدان یا دہریہ اس کی ایک دلیل توڑ دے تو ہم دس ہزار روپے انعام دینے کو تیار ہیں۔

براہین احمدیہ پر مولوی محمد حسین بٹالوی کا ریویو

چنانچہ جب اس اشتہار کے مطابق کتاب براہین احمدیہ چار جلدوں میں شائع ہوئی تو مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے جو بعد میں فتاویٰ تکفیر کے بانی ٹھیرے اس کتاب کی یہاں تک تعریف کی کہ لکھ دیا کہ تیرہ سو سال (۱۳۰۰) میں اسلام میں ایسی کوئی کتاب تالیف نہیں ہوئی اور چیلنج کیا کہ اگر کوئی انکار کرتا ہے تو ایسی کتاب دکھائے۔

۱۔ ہستی باریتعالیٰ پر زبردست دلائل

آپ نے دہریوں اور مادہ پرستوں کے مقابل میں نہ صرف خدا کی ہستی پر طرح طرح کے فلسفیانہ دلائل دیئے بلکہ ایک زبردست دلیل یہ بھی قائم کی کہ مجھ سے خدا بولتا ہے اور اس کی ہستی فلسفہ کی اسی حد تک قابل قبول نہیں کہ اس کائنات کا کوئی خالق ہونا چاہیئے۔ بلکہ بتایا کہ حالی طور پر میں خدا کو محسوس کر کے اعلان کرتا ہوں کہ وہ خدا خالق کائنات واقعات میں موجود

ہے اور وہ اپنے برگزیدوں سے بولتا ہے اور ان کی دعاؤں کو سنتا اور قبل از وقت خبر دیتا ہے۔ یہی وہ ایمان ہے جسے ایک فلسفی کبھی اپنی منطق وفلسفہ سے پیدا نہیں کرسکتا۔ یہی وہ ایمان ہے جو سوائے اولیاء اللہ اور اہل حال لوگوں کے تجربہ اور فیضان صحبت کے سوا ایک طالب حق کو نصیب نہیں ہوتا۔ اس مادہ پرستی کے زمانہ میں جب تک کوئی شخص اس روحانی تجربہ اور حالی کیفیت کو لیکر کھڑا نہ ہوتا خدا پر کامل ایمان اور تسکینِ قلب پیدا نہ ہوسکتی تھی۔ یہ وہ کام تھا جو اس زمانہ میں مرزا کا حق تھا۔ اور اس پر جتنا بھی اس محسن کا شکر کیا جائے کم ہے۔ مگر بجائے شکر کے یہاں کفر کے فتوے اور گالیوں کے طومار ہیں۔

۳۔ دعا کی ضرورت و اہمیت کے متعلق دلائل

دعا کی نسبت بتایا کہ یہ ایک زندہ حقیقت ہے۔ خدا بندوں کی دعاؤں کو سنتا اور قبل از وقت اپنے برگزیدہ بندہ کو ان کی قبولیت کی خبر دیتا ہے اور اپنے علم اور قدرت کا ایسے شاندار طریق پر ظاہرہ کرتا ہے کہ جس سے اس کی ہستی نمایاں طور پر نظر آنے لگتی ہے۔ یہی دعا اور اس کی اجابت ہے جس سے انسان کا تعلق خدا سے بڑھتا اور معرفت و محبت الٰہی میں ترقی ہوتی ہے۔ جب ایک صاحب علم ڈاکٹر ایک مریض کی مدد کرسکتا ہے ایک صاحب قوت حاکم ایک کمزور کی مدد کرسکتا ہے تو پھر علیم و حکیم صاحب قدرت خدا کی نسبت یہ اعتقاد رکھنا کہ وہ اپنے علم اور قدرت سے اپنے بندہ کی مدد نہیں کرسکتا۔ درحقیقت خدا کو اس کی خدائی سے جواب دینا ہے

اور اُسے بجائے ایک زندہ خدا ماننے کے ایک بیجان قانون کی حیثیت دیتا ہے۔ الغرض دعا کی حقیقت پر فلسفیانہ دلائل اور حالی تجربات سے اس قدر روشنی ڈالی کہ ایک دہریہ اور مادہ پرست کی گردن بھی اُس کے آگے جھک جاتی ہے۔ آپ نے ہر ایک دعا کے منکر کو بڑے زور سے للکارا ہے۔ فرماتے ہیں:۔ ؎

اینکہ گوئی گر دعاہا را اثر بودے کجاست
سوئے من بشتاب بنمائیم تراچوں آفتاب
ہاں مکن انکار زیں اسرار قدرتہائے حق
قصہ کوتہ کن بہ بیں از ما دعائے مستجاب

۳۔ وحی ورسالت پر فیصلہ کن بحث

وحی و رسالت کے متعلق بتایا کہ خدا کے الفاظ بمع معنی قلب پر خارج سے نازل ہوتے ہیں اور بتایا کہ میں اس میں صاحب تجربہ ہوں اور اپنی کتاب براہین احمدیہ اور دیگر کتب میں اس پر تفصیل سے بحث کی ہے جس کا دل چاہے پڑھ لے اور اس قدر مسکت اور شافی و وافی دلائل دیئے ہیں اور اس قدر نشانات آسمانی اپنے دلائل کی تائید میں پیش کئے ہیں کہ کتاب اللہ اور رسول اللہ پر ایک زندہ ایمان پیدا ہو جاتا ہے مسلمان کے گھر میں پیدا ہونا اور خدا و رسولؐ کو رسمی طور پر ماننا اور چیز ہے اور خدا اور رسولؐ کی صداقت اور وحی اور دعا۔ ملائکہ اور رسالت کی صداقت کو دلائل قطعیہ سے منوا دینا اور زندہ ایمان پیدا کر دینا یہ امر دیگر ہے۔

آخر بڑے بڑے مسلمان متکلمین نے گھبرا کر ان چیزوں کا ایک رنگ سے انکار کر ہی دیا۔ اس زمانہ دہریت و مادیت میں سب سے مشکل یہی کام تھا جو مجدد وقت کے سپرد ہوا۔ یہی وہ کام تھا جسے کوئی فلسفی یا زاہد خشک یا ملا مولوی کر نہ سکتا تھا۔ خوش عقیدگی کے طور پر منوانا اور نہ ماننے والے کو کافر کہہ دینا بہت آسان ہے۔ مگر معقول طریق پر دلائل سے منوانا اور نشانات آسمانی و روحانی سے اُس پر روشنی ڈالنا یہ ناممکن ہے کہ کوئی کر سکے جب تک کہ وہ خود صاحب حال اور صاحب تجربہ نہ ہو

۴۔ معجزہ کو دلائل اور تجربہ سے ثابت کیا

معجزہ کو بھی دلائل اور تجربہ سے ثابت کیا۔ نہ صرف اسے ایک سائنس کا رنگ دیکر معقولیوں کی گردن کو جھکا دیا بلکہ زندہ نشانوں سے یقین کے مراتب کھلے کرا دیا۔ اس کی تفصیل آپ کی کتب میں مذکور ہے جس کا دل چاہے پڑھ لے اور اپنے ایمان کو زندہ کرے

۵۔ ملائکہ کے وجود پر فلسفیانہ دلائل

ملائکہ کے وجود پر فلسفیانہ دلائل قائم کئے۔ علاوہ ازیں اپنا مشاہدہ بھی پیش کیا کہ میں نے خود ملائکہ کو دیکھا اور ان سے باتیں کی ہیں

۶۔ جنت و دوزخ کا فلسفہ

جنت و دوزخ کے فلسفہ کو اس خوبی سے بیان فرمایا ہے کہ دھرم مہوتسو کے جلسہ میں جب آپ کا معرکتہ الآرا لیکچر مولوی عبد الکریم صاحب مرحوم نے پڑھا ہے تو مسلم اور غیر مسلم حیرت سے انگشت بدنداں رہ گئے

تھے۔ اور اس کا لوہا بڑے بڑے یورپ کے محقق علما نے مانا ہے۔

۷۔ قرآن کریم اور حضرت نبی کریم صلعم کی فضیلت کا اثبات

خود قرآن کریم اور محمد رسول اللہ صلعم کی فضیلت کو دلائل اور واقعات سے تمام کتب سماوی اور انبیائے کرام پر اس قوت سے ثابت کیا ہے اور شریعت حقہ اسلامیہ پر ہر ایک اعتراض کو اس خوبی اور کمال کے ساتھ دور کیا ہے کہ ہر ایک قسم کے شبہ اور وسوسے سے ایک محقق کا دل صاف ہو جاتا ہے آپ نے الزامی جوابات کو وقعت نہیں دی۔ بلکہ علم اور حکمت کے رو سے ہر ایک حکم کو جو شریعت حقہ اسلامیہ نے دیا ہے اور ہر ایک فعل کو جو آنحضرت صلعم سے ظہور میں آیا ہے محققانہ رنگ میں ثابت کیا کہ اس سے بہتر نہ حکم دیا جا سکتا ہے اور نہ اس سے بڑھ کر مستحسن فعل ظہور میں آ سکتا ہے۔

تہذیب جدید اور مادی ذہنیت کی غلطیوں کا انکشاف

آپ زمانہ کی موجودہ مادی ذہنیت سے مرعوب نہیں ہوئے بلکہ بڑی دلیری سے قرآن اور سنت کی روشنی میں مادی تہذیب اور حکمت کی غلطیوں کو آپ نے ظاہر کیا۔ قرآن کریم کے احکام اور سنت رسول کو موجودہ زمانہ کی تہذیب اور ذہنیت سے ڈر کر مروڑنے اور تاویل کرنے کی کوشش نہیں کی۔ بلکہ قرآن اور سنت کی صداقت اور حکمت اور فضیلت کو ظاہر کر کے تہذیب جدید اور مادی ذہنیت کی غلطیوں کو اس خوبی سے ظاہر کیا کہ یورپین معترضین کو اپنے گھر کی فکر پڑ گئی۔

مادیت و دہریت اور مذاہب باطلہ پر جارحانہ حملے

اتنا ہی نہیں کہ آپ کا یہ جارحانہ حملہ نہ صرف مادیت و دہریت پر ہوا بلکہ دنیا کے تمام مذاہب باطلہ پر اس قدر شدید رنگ میں ہوا کہ وہی لوگ جو ہمہ وقت اسلام کے منہ آیا کرتے تھے انہیں سر چھپانے کی جگہ نہ ملتی تھی۔ وہی عیسائی پادری اور آریہ جو بات بات پر اعتراض کیا کرتے تھے۔ اب مرزا غلام احمد اور ان کے شاگردوں کے نام سے کانپنے لگے۔ یہ ایک حقیقت ہے جو چھپائے سے چھپ نہیں سکتی۔ مذاہب باطلہ پر آپ نے محض کچے کچے اعتراضات نہیں کئے بلکہ ان کے مذہبی اصولوں اور معتقدات پر وہ زد ماری کہ باطل کی یہ تمام مورتیں زمین پر گر کر خاک میں مل گئیں۔ اور اس طرح خدا کا وہ لیظہرہ علی الدین کلہ کا وعدہ جو قرآن میں تھا پورا ہوا۔ آپ نے سکھوں تک پر حجت تمام کی اور جولا صاحب اور پوتھی صاحب اور مختلف کتابوں سے گورونانک صاحب کا مسلمان ہونا ثابت کیا۔ برہمو سماج اور دیو سماج اور دہریوں پر نہ صرف دلائل سے حجت تمام کی بلکہ اپنے مشاہدہ و تجربہ کو پیش کر کے انہیں مقابل پر بلایا اور آپ کی زندگی میں کسی کو آپ کے سامنے آنے کی جرأت تک نہ ہوئی بعد میں جو چاہے شیخیاں بگھارتا پھرے۔

۸۔ اسلام کو واحد زندہ مذہب ثابت کیا

اور پھر ایک بات اور کی وہ یہ کہ بتایا کہ اسلام ہی صرف ایک زندہ مذہب ہے جس پر چل کر انسان خدا کو پالیتا ہے۔ باقی مذاہب اگرچہ ابتدا

ہیں وہ خدا کی طرف سے تھے مگر اب وہ سب مر چکے اور اس قدر بگڑ چکے کہ اُن کے اصولوں پر چل کر انسان مذہب کے مقصد یعنی خدا کو پا نہیں سکتا۔ یہ وہ معاملہ تھا جس نے اسلام کی فتح اور دیگر مذاہب کی شکست پر مہر لگا دی۔ تمام مذاہب کے علما اور پیروؤں کو مقابل پر بلایا کہ اگر تمہارے مذہب میں کچھ زندگی ہے تو آؤ میرے مقابل پر آؤ۔ اور حالی طور پر اپنے اپنے مذاہب کی زندگی کا ثبوت دو۔ دیکھیئے کس شان سے للکارا ہے۔ فرماتے ہیں:۔

ہر طرف فکر کو دوڑا کے تھکایا ہم نے ‏ کوئی دیں دینِ محمدؐ سے نہ پایا ہم نے
کوئی مذہب نہیں ایسا کہ نشاں دکھلائے ‏ یہ ثمر باغِ محمدؐ سے ہی کھایا ہم نے
ہم نے اسلام کو خود تجربہ کرکے دیکھا ‏ نور ہے نور اٹھو دیکھو سنایا ہم نے
اور دینوں کو جو دیکھا تو کہیں نور نہ تھا ‏ کوئی دکھلائے اگر حق کو چھپایا ہم نے
تھک گئے ہم تو انہی باتوں کو کہتے کہتے ‏ ہر طرف دعوتوں کا تیر چلایا ہم نے
آزمائش کے لئے کوئی نہ آیا ہر چند ‏ ہر مخالف کو مقابل پہ بلایا ہم نے
آؤ لوگو کہ یہیں نورِ خدا پاؤ گے ‏ لو تمہیں طورِ تسلّی کا بتایا ہم نے
مصطفٰےؐ پر ترا بے حد ہو سلام اور رحمت ‏ اُس سے یہ نور لیا بارِ خدایا ہم نے

۹۔ اسلامی فرقوں کی اصلاح

مسلمانوں کے باہمی فرقوں میں جو آپ نے سب سے بڑی اصلاح کی وہ یہ کی کہ اختلاف آرا کی بنا پر ایک دوسرے کو کافر نہ کہو بلکہ اختلاف آرا کی عزت کرنا سیکھو۔ سب کلمہ گو اہلِ قبلہ مسلمان ہیں۔ بتایا کہ کسی کلمہ گو

کو کافر کہنا اس قدر بڑا جرم ہے کہ ایسے شخص کو فوراً بائیکاٹ کرنا چاہیئے اور اُس سے سلسلہ تعلقات کا سلسلہ موقوف کر دینا چاہیئے یہاں تک کہ وہ اپنے اس جرم سے توبہ کرے یہی مطلب ہے اس حدیث کا جس میں بتایا گیا ہے کہ مومن کو کافر کہنے والا خود کافر ہو جاتا ہے۔ پھر ہر ایک فرقہ کی غلطیاں واضح کیں۔ اہل شیعہ و خوارج کو بتایا کہ خلفائے راشدین اور صحابہ کرام اور ازواجِ مطہرات کو استخفاف کی نظر سے دیکھنا گناہِ کبیرہ ہے۔ آپ نے ان بزرگوں کی خوبیوں اور نیکیوں کو روز روشن کی طرح کھول کر دکھایا۔ اور اپنا مسلک اہل سنت والجماعت کا بتایا اور تمام ائمہ مجتہدین و محدثین و مجددین و اولیا و اقطاب و ابدال اور صحابہ کرام اور ازواجِ مطہرات اور اہل بیت و ائمہ معصومین اور علمائے ربانی کو عزت اور محبت کی نظر سے دیکھنا داخل ایمان ٹھیرایا۔ اہل سنت والجماعت میں مقلدین اور غیر مقلدین اور چکڑالویوں کا باہمی تصفیہ یوں کیا کہ قرآن کریم کو سب پر مقدم بتایا اور سنت رسول صلعم اور تعامل اسلام کو اس کے بعد درجہ دیا۔ اور احادیث کے متعلق بتایا کہ ہر ایک حدیث اگر وہ قرآن کریم سے تطبیق کھاتی ہے قابلِ قبول اور قابلِ عزت ہے۔ البتہ قرآن کریم کے خلاف ہم کسی روایت کو ماننے کے لئے تیار نہیں۔ کیونکہ آنحضرت صلعم کا کوئی قول یا فعل قرآن کریم کے خلاف نہیں ہو سکتا۔ اور قرآن کریم کے بعد ہم سنت رسول ؐ اور تعامل اسلام کے قائل ہیں۔ چکڑالویوں کی سخت غلطی ہے جو وہ اس سے

سے انکار کرتے ہیں۔ تعامل میں تواتر سے انکار نہیں ہو سکتا۔ فقہ کے متعلق بتایا کہ قرآن اور حدیث کے بعد فقہ کا نمبر ہے۔ کسی فقیہہ کا قول جو قرآن اور حدیث صحیح کے خلاف ہو قابل قبول نہیں ہو سکتا۔ فقہ میں فقہ حنفی کو ترجیح دی کیونکہ اکثر اجتہادات میں وہ قرآن کو مقدم کرتے ہیں۔ علم کلام میں آپ نے حتی المقدور اشاعرہ کی پیروی کی معتزلہ اور حنابلہ سے پرہیز کیا۔

۱۰۔ ختم نبوت پر مستحکم دلائل

آپ نے ختم نبوت کو مستحکم کیا۔ آپ حضرت نبی کریم صلعم کے بعد کسی نبی کے آنے کے قائل نہ تھے۔ خواہ وہ نیا ہو یا پرانا۔ آپ نے بتایا کہ اس سے اسلام کا کچھ باقی نہیں رہ جاتا۔ فرماتے ہیں:۔

"لیکن خدا تعالیٰ ایسی ذلت اور رسوائی اس امت کے لئے اور ایسی ہتک اور کسر شان اپنے نبی مقبول خاتم الانبیاء کے لئے ہرگز روا نہ رکھے گا کہ ایک رسول کو بھیج کر جس کے آنے کے ساتھ جبرئیل کا آنا ایک ضروری امر ہے۔ اسلام کا تختہ ہی الٹ دیوے۔ حالانکہ وہ وعدہ کر چکا ہے کہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی رسول نہیں بھیجے گا۔ (ازالہ اوہام صفحہ ۵۸۶)

حیات مسیح کے غلط عقیدہ کی تردید

حضرت مسیح کی آمد ثانی کے مسلمان قائل تھے جس کے صاف معنے یہ تھے کہ آنحضرت صلعم کے بعد وہ ایک نبی کے آنے کے قائل تھے۔ اگر کہو کہ

حضرت مسیح نبوت سے معزول ہوکر آئیں گے تو یہ غلط ہے کیونکہ مسیح کے نبوت سے معزول ہونیکا عقیدہ خلاف قرآن و حدیث ہے۔ جب قرآن نے مسیح کو نبی اور رسول کہا ہے۔ اور ان کی نبوت پر ایمان کو داخل ایمانیات بتایا ہے۔ تو مسیح کے نزول کے وقت مسلمان اس قرآنی عقیدہ کو بدل نہیں سکتے اور ایمانیات میں رد و بدل نہیں کیا جا سکتا۔ اس کے تو صاف معنی ہوں گے کہ دین بدل گیا۔ اور پھر خود حدیث میں نبی اللہ کا لفظ آنے والے مسیح کے متعلق موجود ہے۔ جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ نبوت سے معزول نہ ہوں گے۔ پس یہ عقیدہ چونکہ ختم نبوت کے منافی تھا اس لئے آپ نے قرآن کریم سے ثابت کیا کہ مسیح ابن مریم مر چکے اور اب صرف مجددین کا سلسلہ اس امت میں جاری ہے۔ جیسا کہ حدیث مجدد سے ظاہر ہے۔ پس آنیوالا مسیح موعود بھی صرف ایک مجدد ہی ہو سکتا ہے مسیح کا نام جو اُسے دیا گیا ہے تو بطور استعارہ محض اس مماثلت کو ظاہر کرنے کے لئے دیا گیا ہے جو آنیوالے مجدد کو حدیث علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل کے ماتحت حضرت مسیح سے ہے۔ اسی طرح نبی اللہ کا لفظ جو حدیثوں میں آیا ہے وہ بھی بطور مجاز اور استعارہ کے استعمال ہوا ہے اس سے لغوی طور پر صرف اس قدر مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ بکثرت اس سے کلام کرے گا اور بکثرت اس پر اظہار غیبیہ فرمائے گا۔ وہ اصطلاح اسلام میں نبی نہیں کہلا سکتا۔ فرماتے ہیں:-

"بار بار کہتا ہوں کہ یہ الفاظ رسول اور مرسل اور نبی کے میرے

الہام میں میری نسبت خدا تعالیٰ کی طرف سے بیشک ہیں
لیکن اپنے حقیقی معنوں پر محمول نہیں ہیں۔ اور جیسے یہ محمول
نہیں ہیں ایسے ہی وہ نبی کرکے پکارنا جو حدیثوں میں مسیح موعود
کے لئے آیا ہے وہ بھی اپنے حقیقی معنوں پر اطلاق نہیں پاتا۔
یہ وہ علم ہے جو خدا نے مجھے دیا ہے جس نے سمجھنا ہو سمجھ لے
میرے پر یہی کھولا گیا ہے کہ حقیقی نبوت کے دروازے خاتم النبیین
صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بکلی بند ہیں۔ اب نہ کوئی جدید نبی
حقیقی معنوں کے رو سے آسکتا ہے اور نہ کوئی قدیم نبی۔ مگر
ہمارے ظالم مخالف ختم نبوت کے دروازوں کو پورے طور پر
بند نہیں سمجھتے۔ بلکہ ان کے نزدیک مسیح اسرائیلی نبی کے
واپس آنے کے لئے ابھی ایک کھڑکی کھلی ہے۔ پس جب
قرآن کے بعد بھی ایک حقیقی نبی آگیا اور وحی نبوت کا سلسلہ
شروع ہوا تو کہو کہ ختم نبوت کیونکر اور کیا ہوا۔ کیا نبی کی وحی
وحی نبوت کہلائے گی یا کچھ اور۔" (سراج منیر صٓ۳)

کیا ان عظیم الشان کارناموں کو انجام دینے والا مجنون ہوسکتا ہے

مشتے نمونہ از خروارے میں نے یہ چند امور ذکر کئے ہیں جو حضرت مجدد
وقت نے سرانجام دیئے اور ن والقلم وما یسطرون کے مطابق تحریریں
موجود ہیں۔ خدمت دین کے کام دنیا میں ہوں گے اور لکھنے والے
سینکڑوں کتابیں لکھیں گے۔ لیکن جو بنیادیں اشاعت و حفاظت اسلام

کی حضرت مجدد نے رکھی ہیں اور اس پر عمارت اٹھائی ہے۔ اس کی مرہون منت آنے والی نسلیں ہوں گی۔ آج تعصب، ضد اور حسد نے آنکھوں پر پٹیاں باندھ رکھی ہیں۔ لیکن جب زمانہ ضد اور تعصب کے ان مظاہروں کو فنا کر دے گا اس وقت اہل تحقیق ان تحریروں کو آنکھوں سے لگائیں گے اور ان پر عقیدت کے پھول چڑھائیں گے۔ کیا اسقدر عظیم الشان علم کلام کی بنیاد جس نے رکھی اور اسلام کے اصولوں اور ایمانیات کی حفاظت اس قابلیت اور معقولیت کے ساتھ کی اور اشاعت اسلام کے لئے اس قدر لٹریچر پیدا کیا وہ مجنون ہو سکتا ہے۔ کیا اسلام کی اس قدر عظیم الشان خدمت میں کوئی شائبہ جنون یا مراق کا ہے۔ کاشکہ ایسے جنونی اور مراقی کچھ اور دنیا میں پیدا ہو گئے ہوتے تو دنیا نور اسلام سے بھر گئی ہوتی۔ کیا امرتسری منشی سچ مچ اسلام کی حفاظت و اشاعت پر لٹریچر پیدا کرنے کو جنون یا مراق سمجھتا ہے؟ شاید اسی لئے وہ اس کوچہ سے بھاگتا ہے۔

دوسری دلیل

دوسری دلیل جو جناب الٰہی نے دی تھی وہ یہ تھی کہ مقصود ایسا عالی اور نافع ہو جس پر عظیم الشان اجر مترتب ہو۔

حضرت مسیح موعودؑ کی جاری کردہ تحریک اور اسکے نتائج

حضرت مجدد وقت نے جس کام کو شروع کیا اور جس کے لئے اپنے مشن کو قائم کیا۔ حفاظت دین اور تبلیغ و اشاعت دین تھا۔ آپ نے اس پر ایک

نیا علم کلام پیدا کیا۔ نہتم بالشان لٹریچر خود تصنیف کیا اور آئندہ کے لئے ایک جماعت بنائی جس سے دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد لیا۔ اور ایک وصیت لکھی جس میں اس کام کو جاری رکھنے کے لئے تاکید کی اور اس کے لئے ایک انجمن بنائی چنانچہ اس کا نتیجہ وہ عظیم الشان لٹریچر ہے جو اسی جماعت کے ذریعہ معرض ظہور میں آرہا ہے۔ قرآن کریم کے ترجمے اور تفاسیر مختلف زبانوں مثلاً اردو، انگریزی، ڈچ۔ جرمن اور چینی زبانوں میں۔ آنحضرت صلعم کی سیرت دنیا کی متعدد زبانوں میں خلافت راشدہ مختلف زبانوں میں اسلام کے متعلق لٹریچر مختلف زبانوں میں۔ اسلامی مشن انگلستان۔ جرمنی آسٹریا۔ ہالینڈ جاوا سیام وغیرہ مختلف ممالک میں اسلام کے خلاف جو لٹریچر بھی پیدا ہوا اس کا جواب دینا اور ہر ممکن طریق سے اسلام کی اشاعت و تبلیغ کرنا۔ اگر یہ کام فی سبیل اللہ جہاد ہے اور یہ عند اللہ ماجور ہے تو پھر اس شخص کے اجر غیر منقطع کا اندازہ کرو جو اس سارے سلسلہ کا بانی ہے۔ کیا مخالفوں اور دشمنوں کے علی رغم انف مجنونوں اور مراقیوں کے کام اپنے مقاصد میں ایسے ہی مفید اور کامیاب ہوا کرتے ہیں جن کا اجر اس قدر عظیم الشان اور غیر منقطع ہوتا ہے۔

حضرت مرزا صاحب کے جنون کی حیرت انگیز کرشمہ سازیاں

خدا کی شان خود مکفر علما اور مسلمان لیڈروں نے خدمت اسلام کے اس کام کی اس قدر مخالفت کی کہ عیسائیوں اور آریوں کے خلاف اس کا عشر عشیر بھی انہوں نے کبھی نہیں کی بلکہ عیسائیوں کے ساتھ گلے

لگ لگ کر روئے اور بین کئے کہ مرزا قادیانی نے یسوع مسیح کو گالیاں دی ہیں۔ آریوں کے ساتھ ملکی بھائی کہہ کہہ کر پیار کا ہاتھ بڑھایا اور کہا کہ ہم تم بھائی ہیں ان احمدیوں کو کچل دو۔ غرضکہ ہر غیر مسلم طبقہ کے ساتھ محبت کے پینگ بڑھائے اور تبلیغ دین کو ملکی بھائیوں کی دلآزاری قرار دیتے ہوئے اشاعت و تبلیغ دین کے اس احمدی سلسلہ کو مٹانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ مسلمان پبلک کو بھڑکایا۔ بائیکاٹ کروایا سبھی کچھ کیا لیکن با ایں ہمہ وہی مراقی اور مجنون مرزا اپنے کام میں کامیاب نظر آ رہا ہے۔ ہر طرف خدمت دین کے ادارے جاری ہیں اور مخالفین خائب و خاسر ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ دنیا میں اسلام کی خدمت اگر کوئی لٹریچر کر رہا ہے تو وہ احمدی لٹریچر ہی ہے۔ جنون کی یہ کرشمہ سازیاں کس قدر حیرت انگیز اور متکبر مزعومہ داناؤں کی یہ شکست کس قدر عبرت انگیز ہے۔

تیسری دلیل

تیسری دلیل جو جناب الٰہی نے دی تھی وہ یہ تھی کہ مجنون اخلاق فاضلہ کا وارث نہیں ہوتا۔ حضرت مرزا غلام احمد کے دعویٰ مسیحیت کے بعد عناد و تعصب سے جو کچھ اُن کی نسبت دشنام طرازیوں اور افترا پردازیوں سے کام لیا جائے وہ ظاہر ہے کہ نفسانی غیظ و غضب کا نتیجہ ہے جو اس لئے جوش میں ہے کہ آنے والا موعود ان مکفرین و مکذبین کے خیال کے مطابق نہ آیا۔

حضرت مرزا صاحب کا بے داغ کیریکٹر

لیکن دیکھنا تو یہ ہے کہ اس دعویٰ سے قبل مرزا غلام احمد کے کیریکٹر کو لوگ کیا سمجھتے تھے آپ قادیان کے رہنے والے تھے اور سیالکوٹ میں کئی سال رہے۔ قادیان اور اس کے گرد و نواح کے لوگ مسلم اور غیر مسلم آپ کو بے انتہا پاکباز اور صادق انسان سمجھتے تھے۔ آپ کے عابد و زاہد اور مستجاب الدعوات ہونے کے لوگ عام طور سے قائل تھے۔ سیالکوٹ کے لوگ ہندو، مسلمان حتیٰ کہ انگریز پادری تک جن کے ساتھ آپ کا اکثر مباحثہ رہا کرتا تھا۔ آپ کے زہد و تقویٰ۔ راستبازی اور امانت و دیانت کے مسلمہ طور پر قائل تھے۔

مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کی شہادت

خود مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے جو مکفرین کے سرتاج بعد میں ثابت ہوئے۔ براہین احمدیہ پر ریویو کرتے ہوئے اپنی دیرینہ واقفیت کی بنا پر اپنے مشہور و معروف رسالہ "اشاعۃ السنۃ" میں آپ کے اخلاق فاضلہ اور خدمت دین کی بے انتہا تعریف کی ہے۔ لکھتے ہیں:۔

"ہماری رائے میں یہ کتاب اس زمانہ میں موجودہ حالت کی نظر سے ایسی کتاب ہے جس کی نظیر آج تک اسلام میں شائع نہیں ہوئی۔ اور آئندہ کی خبر نہیں لعل اللہ یحدث بعد ذٰلك امرا اور مؤلف بھی اسلام کی مالی و جانی و قلمی و لسانی و حالی و قالی نصرت میں ایسا ثابت قدم نکلا ہے جس کی نظیر پہلے زمانوں میں بہت

کم پائی گئی ہے۔ ہمارے ان الفاظ کو کوئی ایشیائی مبالغہ سمجھے تو ہم کو کم سے کم ایک ایسی کتاب بتا دے جس میں جملہ فرقہ ہائے مخالفین اسلام خصوصاً فرقہ آریہ و برہمو سماج سے اس زور شور سے مقابلہ پایا جاتا ہو۔ اور دو چار ایسے اشخاص انصار اسلام کی نشان دہی کرے جنہوں نے اسلام کی نصرت مالی و جانی و قلمی و لسانی کے علاوہ حالی نصرت کا بھی بیڑا اٹھایا ہو۔ اور مخالفین اسلام و منکرین الہام کے مقابلہ میں مردانہ تحدی کے ساتھ یہ دعویٰ کیا ہو کہ جس کو وجود الہام کا شک ہو وہ ہمارے پاس آکر اس کا تجربہ و مشاہدہ کرے۔ اور اس تجربہ و مشاہدہ کا اقوام غیر کو مزہ بھی چکھا دیا ہو۔"

یہ وہ سچی شہادت تھی جو مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کی قلم سے نکلی۔ اور چونکہ اس وقت تک ابھی کوئی تعصب نہ پیدا ہوا تھا۔ اور نہ کوئی خوش عقیدگی کا رنگ پیدا ہوا تھا جو مریدوں میں بعض اوقات ہوتا ہے۔ اس لئے یہ ایک کلمۂ حق تھا جو خدا نے آپ کے متعلق دعویٰ سے قبل دنیا میں اعلان کروا دیا تاکہ حجت تمام ہو جائے۔

حضرت مرزا صاحب کے اخلاق فاضلہ کی فتحیابیاں

دعویٰ کے بعد مخالفت کا طوفان بڑے زور شور سے اُٹھا۔ اور مولویوں نے پبلک میں نفرت اور بیزاری کا جذبہ آپ کے خلاف بے انتہا پیدا کر دیا۔ اُس وقت بھی باوجود اس قدر مخالف پروپاگنڈے کے

حالت یہ تھی کہ جو شخص بھی ایک دفعہ قادیان پہنچ جاتا اور آپ کی خدمت میں باریاب ہوتا وہ آپ کی سادگی اور اخلاص اور آپ کے اخلاق فاضلہ کا اس قدر گرویدہ ہو جاتا کہ اُسے سوائے بیعت کر لینے کے چارہ نہ ہوتا لوگوں نے مشہور کر دیا تھا کہ مرزا کو مسمریزم آتا ہے وہ مسمریزم کے ذریعہ لوگوں کو تسخیر کر لیتا ہے۔ حالانکہ جاننے والے جانتے ہیں کہ آپ کی عادت اس قدر غض بصر کی تھی کہ آپ آنکھ اٹھا کر بھی بہت کم دیکھتے تھے۔ آپ کے پاس اگر کوئی مسمریزم تھا تو وہ آپ کے اخلاق فاضلہ تھے۔ اخلاق محمدی کی جھلک جب لوگوں کو آپ کے قول و فعل میں نظر آتی تو وہ گرویدہ ہو جاتے اور اندر سے روح بول اٹھتی تھی کہ یہ شخص صادق ہے جھوٹا نہیں ہے، باقی رہے اخلاق فاضلہ کے وہ نظارے جو خدام و احباب نے دیکھے تھے وہ علیحدہ ایک مبسوط کتاب کو چاہتے ہیں۔ آپ کی سادگی و اخلاص فروتنی اور انکسار، شفقت اور ہمدردی۔ ایثار اور احسان۔ رحم اور کرم۔ عفو اور چشم پوشی۔ عفت اور عصمت۔ دیانت اور امانت۔ شجاعت اور استقامت۔ راستبازی اور تقویٰ۔ زہد اور عبادت اس قدر دل پر اثر کرتے تھے کہ نہ صرف آپ کے صادق ہونے پر یقین پیدا کر دینے کا موجب ہو جاتے تھے بلکہ خدام کے اخلاق پر بھی نیک اثر ڈالتے۔ اور ان کی عادات زندگی میں حیرت انگیز تبدیلی پیدا کر دیتے تھے اور بڑے بڑے خاطی و گنہگار تقویٰ و نیکی کے زیور سے آراستہ ہو جاتے تھے۔ اور خدا سے بھاگے ہوئے خدا کی طرف کھنچے

چلے آتے تھے۔ اگر مجنون ایسے ہی ہوتے ہیں اور ان کے اخلاق اس قدر بلند اُن کی نیکیاں اور پاکیزگیاں اس قدر اثر انداز ہوتی ہیں تو اے کاش یہ دنیا ساری مجنون ہو جائے۔ اور خدا ان مولویوں کو بھی تھوڑا سا اس جنون میں سے حصہ دے کہ ان میں انصاف اور خدا کا خوف تھوڑا سا پیدا ہو جائے۔

چوتھی دلیل

چوتھی دلیل جو جناب الٰہی نے دی ہے وہ یہ ہے کہ تو بھی دیکھ لے گا اور یہ لوگ بھی دیکھ لیں گے کہ دراصل مجنون کون تھا یعنی واقعات زمانہ گواہی دیں گے کہ دراصل مجنون کون تھا یہ تو ابھی مستقبل میں پنہاں ہے مگر آثار ہویدا ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ حق ہے۔ قرآن حق ہے۔ محمد رسول اللہ صلعم حق ہیں۔ اسلام حق ہے۔ اگر یہ حق ہے کہ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون کے ماتحت خدا خود اس دین کا محافظ ہے۔

آجکل کے علماء کی تہی دستی

اور یہ بھی حق ہے کہ آجکل کے علما کو ان زبردست حملوں اور خطرناک حربوں کی کچھ بھی خبر نہیں جو مادیت اور دہریت مذہب اسلام پر چلا رہی ہے۔ اور ان کے ہاتھ میں عیسائیوں اور آریوں کے ناپاک اعتراضات کا کچھ بھی جواب نہیں۔ وہ صرف اپنے گھر میں اپنے ہاتھوں سے آگ لگانا جانتے ہیں وہ تکفیر کے اوزاروں سے اسلام کو تباہ کرنے اور مسلمانوں کو برباد کرنے کے سوا اور کچھ نہیں جانتے۔

باغ اسلام کا باغبان

تو پھر یہ بھی حق ہے کہ اس زمانہ میں خدا نے اسلام کے باغ کو ایسے باغبان سے خالی نہیں چھوڑا جو آکر اس کی حفاظت کرتا۔ جو علم کلام جو لٹریچر حضرت مرزا غلام احمد علیہ الرحمۃ نے پیدا کیا اور اسلام کے اصولوں کو جس طرح آپ نے عالمی عقلی اور قالی وحالی دلائل اور نشانات سے ثابت کیا وہ آپ ہی کا حصّہ ہے۔ آپ نے اللہ تعالیٰ۔ ملائکہ۔ وحی۔ رسالت نبوت۔ جنت و دوزخ۔ معجزہ و دعا۔ غرضکہ اسلام کے تمام بنیادی اصولوں کی تاویلیں نہیں کیں۔ بلکہ اسی شکل وصورت میں جس میں آج سے ساڑھے تیرہ سو سال قبل محمد رسول اللہ صلعم نے پیش کیا تھا۔ قائم رکھ کر انکو دلائل وبراہین سے اس قدر مستحکم کیا کہ یوں کہنا چاہیئے کہ علم کا ایک دروازہ کھل گیا جس نے دجال کے ان حملوں کی حقیقت کو کھول کر رکھ دیا جو وہ اسلام پر سائنس کے رنگ میں کر رہا تھا اور جس کی رَو میں تعلیمیافتہ لوگ بہے چلے جارہے تھے آپ نے اس آسمانی علم کے ذریعہ مادیت و سائنس کی کمزوریوں پر سے پردہ اُٹھا دیا اور خدائی علم سے ان کے علمی تکبر کو توڑ کر رکھ دیا۔ جس سے ان کی یہ نئی روشنی جہل کی ایک تاریکی نظر آنے لگی آپ نے اسلامی ارکان نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج کی طرف مسلمانوں کی توجہ کو نہ صرف بیش از بیش لگایا بلکہ ان کی حقیقت کی طرف متوجہ کیا اور محض رسمی ادائیگی سے نکال کر ان کی حقیقت اور روح پر قائم کیا۔

فریضہ جہاد کی صحیح تعریف و احساس

جہاد جیسے اہم فریضہ کو از سرِ زندہ کیا اور وہ اس طرح کہ بتایا کہ جہاد تلوار کے ذریعہ دین پھیلانے کا نام نہیں۔ بلکہ جاھدھم بہ جھاداً کبیراً کے ماتحت جہاد کے معنے ہیں قرآن کریم کی تبلیغ کے لیے جہاں تک ممکن ہے جد و جہد کرنا۔ تلوار کے جہاد کی تو ضرورت اس وقت پڑتی ہے جب کوئی تلوار کے ذریعہ دین حق کو مٹانا چاہے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں آتا ہے کہ قاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم ولا تعتدوا (بقرہ) کہ اللہ کے رستے میں اُن لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں اور حد سے نہ بڑھو۔ یعنی جو لوگ تلوار سے نہیں لڑتے تم بھی ان سے تلوار سے نہ لڑو پس جو تلوار سے نہیں لڑتا اس پر تلوار کھینچنا کہاں جائز رہا۔ اور تلوار سے دین کس طرح پھیلایا جا سکتا ہے۔ جبکہ خود قرآن کریم فرماتا ہے۔ لا اکراہ فی الدین کہ دین میں کوئی زبردستی نہیں۔ پس جہاد کے یہ معنے نہیں جو عام طور پر سمجھے جاتے ہیں بلکہ جہاد کے معنے ہیں قرآن کی تبلیغ کے لیے جد و جہد۔ اور یہی حضرت مسیح موعود اور آپ کی جماعت کا مسلک ہے۔ اور ان معنوں میں درحقیقت آپ کی جماعت ایک مجاہدین کی جماعت ہے۔ پس آپ نے جہاد کو اس کی صحیح شکل میں زندہ کیا اور ایک جماعت اسی کام کے لئے بنائی اور حفاظت و اشاعت اسلام کے کام میں لگا دیا۔ اگر یہی جنون ہے تو قربان جائیے اس جنون کے۔

زمانہ مستقبل کا فیصلہ کیا ہو گا؟

آج جو مرضی چاہے کیے جاؤ۔ لیکن وقت آتا ہے جب یہ تمام مساعی جو خدا کی راہ میں کی جا رہی ہیں انشاء اللہ تعالیٰ اپنے نتائج کو ظاہر کریں گی اور پھل لائیں گی۔ اس وقت تاریخ کے پڑھنے والے اور واقعات زمانہ پر غور کرنے والے خود فیصلہ کریں گے کہ مراقی اور مجنون کون تھا۔ مرزا تھا۔ جس کا مقصدِ عالی اتنا عظیم الشان اور نافع الناس اور جس کے کارنامے اتنے اہم اور اسلام اور مسلمانوں کے لئے مفید تھے یا وہ امرتسری منشی اور اس کے ہم نوا علماء مراقی اور مجنون تھے جو ان امور کو جو اسلام کے لئے ازحد مفید اور آسمانی رحمتوں اور برکتوں کے رنگ میں نازل ہو رہے تھے مٹانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگاتے رہے اور اپنی ان غیر مومنانہ کرتوتوں کو اسلام بتاتے رہے۔ اس قسم کی حق کی مخالفت کو اسلام کا نام دینے والا اگر مجنون نہیں تو پھر اور کون مجنون ہو سکتا ہے۔

باب چہارم

لفظ مراق کی تشریح

حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی تصنیفات میں مراق کا کہیں ذکر نہیں کیا

ے دیکھے وہ ڈائریاں پیش کی جاتی ہیں جو تشحید الاذہان اور بدر اور الحکم اخبار میں شائع ہوئی تھیں جن میں لکھا ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے فرمایا کہ مجھے مراق ہے اوّل تو آپ کی یہ اپنی تحریر نہیں جو مستند ہو۔ نہ معلوم بات کس رنگ میں کی ہو۔ اور ڈائری لکھنے والے نے کس رنگ میں لکھ لیا۔ آپ نے آنیوالے مسیح کی دو زرد چادروں کا جو حدیث میں ہے کئی مرتبہ اپنی تصنیفات میں ذکر کیا ہے اور اس سے مراد دو بیماریاں لی ہیں اور اسکے ساتھ ہمیشہ اپنی دو بیماریوں کا ذکر کیا ہے لیکن ان میں کہیں مراق کا ذکر نہیں فرمایا۔ آپ کی تمام تحریروں کو پڑھ لو۔ ہمیشہ آپ نے ایک تو دوران سر کا جس کے ساتھ آپ کو ضعف پڑ جایا کرتا تھا اور ہاتھ پاؤں سرد ہو جاتے تھے ذکر کیا ہے اور دوسرا کثرت بول کا ذکر کیا ہے ایک کو اوپر کی زرد چادر اور دوسرے کو نیچے کی زرد چادر قرار دیا ہے مراق کا کہیں ذکر نہیں فرمایا۔ چنانچہ مشتے نمونہ از خروارے میں چند حوالجات پیش کرتا ہوں:۔

(۱) مسیح موعود دو زرد چادروں میں اترے گا ایک چادر بدن کے اوپر کے

حصہ میں ہوگی اور دوسری چادر بدن کے نیچے کے حصہ میں۔ سو میں نے کہا کہ یہ اس طرف اشارہ تھا کہ مسیح موعود دو بیماریوں کے ساتھ ظاہر ہوگا۔ کیونکہ تعبیر کے علم میں زرد کپڑے سے مراد بیماری ہے۔ اور وہ دونو بیماریاں مجھ میں ہیں یعنی ایک سر کی بیماری اور دوسری کثرت پیشاب اور دستوں کی بیماری"۔

(تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۲۳-۲۴)

(۲) "میں ایک دائم المریض آدمی ہوں۔ ہمیشہ کے درد سر۔ دوران سر کمی خواب۔ تشنج۔ دل کی بیماری دورے سے آتی ہے۔ اور دوسری چادر جو میرے نیچے کے حصہ بدن میں ہے وہ بیماری ذیابطیس ہے کہ ایک مدت سے دامنگیر ہے۔ اور بسا اوقات سو سو دفعہ رات کو یا دن کو پیشاب آتا ہے۔ اور اس کثرت پیشاب سے جس قدر عوارض ضعف وغیرہ ہوتے ہیں وہ سب میرے شامل حال رہتے ہیں (ضمیمہ اربعین ۳ و ۴ مطبوعہ ۹ دسمبر ۱۹۰۰ء صفحہ ۴)

(۳) مسیح موعود کی نسبت حدیثوں میں دو زرد رنگ چادروں کا ذکر ہے ایسے ہی میرے لاحق حال دو بیماریاں ہیں۔ ایک بیماری بدن کے اوپر کے حصہ میں جو اوپر کی چادر ہے اور وہ دوران سر ہے جس کی شدت کی وجہ سے بعض وقت میں زمین پر گر جاتا ہوں اور دل کا دوران خون کم ہو جاتا ہے اور ہولناک صورت پیدا ہو جاتی ہے اور دوسری بیماری بدن کے نیچے کے حصہ میں ہے جو مجھے

کثرتِ پیشاب کی مرض ہے جس کو ذیابیطس بھی کہتے ہیں اور معمولی طور پر مجھ کو ہر روزہ پیشاب بکثرت آتا ہے اور پندرہ یا بیس دفعہ تک نوبت پہنچ جاتی ہے اور بعض اوقات قریب سَو سَو دفعہ کے دن رات میں پیشاب آتا ہے اور اس سے بھی ضعف بہت ہو جاتا ہے۔" (ضمیمہ براہین احمدیہ حصّہ پنجم صـ۲۰۱)

(۴) "دو مرض میرے لاحق حال ہیں۔ ایک بدن کے اوپر کے حصّہ میں اور دوسری بدن کے نیچے کے حصہ میں اوپر کے حصہ میں دورانِ سر ہے اور نیچے کے حصّہ میں کثرت پیشاب ہے اور یہ دونوں مرضیں اس زمانہ سے ہیں جس زمانہ سے میں نے اپنا دعویٰ مامور من اللہ ہونے کا شائع کیا ہے۔" (حقیقۃ الوحی صـ۳۰۶ و صـ۳۰۷)

(۵) "مجھے دو مرض دامنگیر ہیں۔ ایک جسم کے اوپر کے حصّہ میں کہ سر درد اور دورانِ سر اور دورانِ خون کم ہو کر ہاتھ پیر سرد ہو جانا دوسرے جسم کے نیچے کے حصہ میں کہ پیشاب کثرت سے آنا اور اکثر دست آتے رہنا۔ یہ دونو بیماریاں قریبًا بیس برس سے ہیں کبھی دعا سے ایسی رخصت ہو جاتی ہیں کہ گویا دور ہو گئیں مگر پھر شروع ہو جاتی ہیں۔ ایک دفعہ میں نے دعا کی کہ یہ بیماریاں بالکل دور کر دی جائیں تو جواب ملا کہ ایسا نہیں ہوگا..... مسیح موعود کیلئے یہ بھی ایک علامت ہے کیونکہ لکھا ہے کہ وہ دو زرد چادروں میں اُتریگا۔" (نسیم دعوت صـ۶۸)

علیٰ ہذا القیاس حضرت مرزا صاحب کی ساری کتب دیکھ جاؤ۔ دو زرد چادروں کی تعبیر میں اپنی دو بیماریوں کا ذکر جا بجا کیا ہے۔ لیکن مراق کا کہیں نام تک نہیں لیا۔

مراق سے مراد دوران سر اور برد اطراف ہی ہے

پس اندریں حالات ان ڈائریوں کو صحیح نہیں مانا جا سکتا۔ اور اگر بالفرض محال انہیں صحیح مان بھی لیا جائے تو ظاہر ہے کہ آپ نے اسی دوران سر اور برد اطراف کا نام ہی مراق رکھا ہے۔ چنانچہ وہ دونوں ڈائریاں پیش کرتا ہوں۔ ان دونو کو یکجائی طور پر پڑھنے سے ہی بات صاف ہو جاتی ہے:۔

پہلی ڈائری کا حوالہ

"دیکھو میری بیماری کی نسبت بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشگوئی کی تھی جو اس طرح وقوع میں آئی۔ آپ نے فرمایا تھا کہ مسیح آسمان سے جب اُترے گا تو دو زرد چادریں اس نے پہنی ہوئی ہوں گی تو اسی طرح مجھ کو دو بیماریاں ہیں ایک اُوپر کے دھڑ کی اور ایک نیچے کے دھڑ کی یعنی مراق اور کثرت بول"

{ تشحیذ الاذہان بابت ماہ جون ۱۹۰۶ء۔ ڈائری
اور اخبار بدر ۷۔ جون ۱۹۰۶ء۔ ڈائری }

دوسری ڈائری کا حوالہ

اب دوسری ڈائری سے اسی مراق کی تعریف سن لیجئے:۔

"میرا تو یہ حال ہے کہ باوجود اس کے کہ دو بیماریوں میں ہمیشہ سے مبتلا رہتا ہوں تاہم آجکل کی مصروفیت کا یہ حال ہے کہ رات کو مکان کے دروازے بند کرکے بڑی بڑی رات تک بیٹھا اس کام کو کرتا رہتا ہوں۔ حالانکہ زیادہ جاگنے سے مراق کی بیماری ترقی کرتی ہے اور دوران سر کا دورہ ہو جاتا ہے تاہم میں اس بات کی پروا نہیں کرتا اور اس کام کو کئے جاتا ہوں"

(الحکم ۳۱-اکتوبر ۱۹۰۱ء)

از روئے طب مراق کسی خاص مرض کا نام نہیں

دونوں ڈائریوں کو ملاکر پڑھو تو صاف نظر آجاتا ہے کہ اسی دوران سر کے دورہ کا نام آپ نے مراق رکھا ہے۔ دراصل بات یہ ہے کہ طب کی تحقیقات کے رُو سے مراق کسی خاص مرض کا نام نہیں بلکہ وہ ایک علامت ہے جو مختلف امراض میں پائی جاتی ہے۔ چنانچہ بیاض نورالدین جلد اول مطبوعہ وزیر ہند پریس دسمبر ۱۹۲۸ء میں مراق کے متعلق مندرجہ ذیل تحقیق درج ہے:۔

"پس مراق کسی مرض کا نام نہیں بلکہ ایک علامت ہے جو کئی امراض میں پائی جاتی ہے۔ یہ لفظ بعض علامات کو مجموعی طور پر پکارنے کے لئے بولا جاتا ہے۔ برد اطراف ہوتا ہے۔ دل کی حرکت کمزور ہو جاتی ہے نبض سست ہو جاتی ہے۔ سخت ضعف ہو جاتا ہے۔ اس کا حملہ بعض دفعہ اچانک بھی ہو

جاتا ہے بعض دفعہ سر درد متلی وغیرہ پہلے شروع ہوجاتی ہے اور دورہ چند سیکنڈ سے ایک گھنٹہ تک یا ایک ہفتہ تک رہ سکتا ہے۔ اس کے بعد حالت درست ہوجاتی ہے لڑے درمیانی وقفہ میں مریض بالکل تندرست ہوتا ہے۔ ہوش و حواس بالکل درست رہتے ہیں۔"

مراق کے اسباب

مراق کے اسباب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"سب سے بڑا سبب ورثہ میں ملا ہوا طبعی میلان اور عصبی کمزوری ہے عصبی امراض ہمیشہ ورثہ میں ملتے ہیں اور لمبے عرصہ تک خاندان میں چلتے ہیں۔ دوسرا سبب غذا کی کمی۔ قبض۔ سوء ہضم جذبات (خوف۔ اخلاقی صدمہ غم فکر نفرت غصہ وغیرہ) زہر گردوں کا مرض۔ تپ دق۔ کثرتِ دماغی محنت۔ تفکرات اور تجرد بھی اس علامت کے مختلف اسباب ہیں۔"

پھر تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

"یہ درست ہے کہ مرگی اور ہسٹیریا میں بھی مراق کی علامات پائی جاتی ہیں مگر یہ نہیں کہ ہر مراقی کو مرگی یا ہسٹیریا کا مرض ہوتا ہے۔"

ظاہر ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے مراق کا لفظ اپنے متعلق اگر استعمال کیا ہے تو انہی معنوں میں کیا ہے جس کا ذکر آپ بار بار اپنی کتب میں کر چکے ہیں یعنی دوران سر اور سرد اطراف اور مذکورہ بالا تحقیقات کے ماتحت بھی

مراق کا اس قسم کی مجموعۂ علامات پر اطلاق پانا ثابت ہے۔ چنانچہ بردِ اطراف۔ دل کی حرکت کا کمزور ہونا۔ نبض کا سست ہونا۔ سخت ضعف کا پیدا ہو جانا یہ سب وہ علامات ہیں جن پر تحقیقاتِ طبی کے رُو سے مراق کا لفظ مجموعی طور پر بولا جاتا ہے اور اس کا ایک سبب "کثرتِ دماغی محنت" حضرت مرزا صاحب کے متعلق ٹھیک بیٹھتا ہے۔ اس کو انگریزی طب میں نیوریستھینیا کہتے ہیں۔

ایک مغالطہ کا ازالہ

کچھ شک نہیں کہ عام طور پر بعض اطبا ہائپوکانڈرائسس کی علامات پر بھی مراق کا لفظ بول دیتے ہیں اور وہ یہ ہوتا ہے کہ معدہ کی خرابی سے مریض کو طرح طرح کے توہمات آتے رہتے ہیں اور وہ اپنے آپ کو ہر قسم کے امراض کا شکار سمجھنے لگتا ہے۔ اندریں حالات مریض کو جو وہم بھی پڑ جائے اُسی کے آثار وہ اپنے آپ میں محسوس کرنے لگتا ہے لیکن اس مرض کی خاص علامت یہ ہوتی ہے کہ مریض کبھی اپنے آپ کو مراقی نہیں سمجھتا۔ وہ سچ مچ اپنے آپ کو بیمار یقین کرتا ہے۔ اگر وہ اتنا سمجھ جائے کہ مجھے فقط وہم ہے اور در اصل مرض کوئی نہیں تو پھر وہ مراقی نہیں رہے گا۔ یوں سمجھ لو کہ پھر وہ مراق سے شفایاب ہو گیا۔ ایسے مراقی کی تو شناخت ہی یہی ہے کہ وہ کبھی اپنے آپ کو مراقی نہیں سمجھتا۔ اس قسم کے مراق کی خصوصیت تو یہی وہم ہے جو مریض کے سر پر سوار رہتا ہے کہ میں بیمار ہوں۔ جہاں یہ وہم دور ہوا اور مریض سمجھ گیا کہ اسے فقط مراق یعنی وہم ہے تو وہ اُسی آن شفایاب ہو گیا۔ کیونکہ در اصل

مرض تو کوئی ہوتا نہیں معدہ کی خرابی سے فقط وہم ہوتا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ کیا حضرت مرزا صاحب پر اس قسم کا مراق اطلاق پا سکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ کیا انہیں یہ وہم تھا کہ میں بیمار ہوں ہرگز نہیں۔ وہ تو باوجود تمام ضعف دبردو اطراف اور کثرت بول کے کبھی علاج کی پروا بھی نہ کرتے تھے اور شب و روز اپنی اس ڈیوٹی میں منہمک رہتے تھے جس پر خدا نے ان کو کھڑا کر دیا تھا۔ چنانچہ ہزارہا صفحے لکھ ڈالے جن میں علم و حکمت کے دریا بہا دیئے ہزاروں لوگوں کو توحید و معرفت کے سبق پڑھا دیئے۔ قرآن کریم اور محمد رسول اللہ صلعم کی صداقت پر صدہا دلائل و براہین قائم کر دیئے۔ کیا یہ سب نعوذ باللہ توہمات کے کرشمے تھے جو معدہ کی خرابی کا نتیجہ تھے۔ آخر امرتسری منشی جی کو اسلام سے اس قدر دشمنی کیوں ہے کہ اسلام کی تائید اور قرآن کریم اور محمد رسول اللہ صلعم کی تصدیق کا نام مراق اور وہم رکھنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

پس ظاہر ہے کہ کسی گفتگو کے اثنا میں اگر بالفرض مراق کا لفظ اپنی نسبت حضرت مرزا صاحب نے استعمال فرمایا ہے تو وہ ان معنوں میں تو نہیں ہو سکتا جن معنوں میں مخالف لیتے ہیں یعنی ہائی پوکانڈریاسس کا مترادف تو نہیں ہو سکتا جس میں معدہ کی خرابی سے طرح طرح کے توہمات پیدا ہوتے ہیں اور ان سے طرح طرح کے امراض کا نقشہ مریض کے ذہن میں جمتا اور وہ اپنے آپ کو ان امراض کا شکار سمجھتا ہے۔ کیونکہ پھر یہ تو واقعات کے خلاف ہوگا۔ پس مراق کا لفظ اگر آپ نے استعمال فرمایا ہے

تو انہی معنوں میں جن کا میں ابتدا میں ذکر کر آیا ہوں یعنی دوران سر۔ بردِ اطراف۔ دل کی حرکت کی کمزوری اور ضعف کا پڑ جانا۔

حضرت مرزا صاحب کی غیر معمولی دماغی محنت

یہی وہ مراق ہے جسے اکثر اطباء کو اپنے متعلق بڑے فخر سے استعمال کرتے ہوئے میں نے سنا ہے کیونکہ اسے وہ اپنی دماغی محنت کا سارٹیفکیٹ سمجھتے ہیں۔ جیسا کہ میں ذکر کر آیا ہوں اس قسم کے مراق کی وجہ اکثر کثرت دماغی محنت کی ہوا کرتی ہے۔ اور حضرت مرزا صاحب کے کیس میں بھی دماغی محنت اصل وجہ تھی بات یہ ہے کہ رات دن غور و فکر اور دماغی محنت کرنے سے دماغ پر ایک ناقابل برداشت بوجھ پڑتا ہے جس کی وجہ سے دردِ سر بے خوابی ضعف قلب اور بردِ اطراف کی حالت پیدا ہو جاتی ہے اور یہ کیفیت یا اس سے ملتی جلتی حالت کم و بیش اکثر دماغی محنت اور غور و فکر کرنے والوں کے لازم حال ہو جاتی ہے۔ یہ کوئی خاص بیماری نہیں ہوتی بلکہ کاوش دماغی کی وجہ سے دماغ پر ناقابل برداشت بوجھ کی علامت ہوتی ہے۔ جس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ انسان کو اُس کی فطرت خبردار کرتی ہے کہ اُسے اب آرام کی اور دماغی محنت کو کچھ عرصہ کے لئے بند کر دینے کی ضرورت ہے۔ چنانچہ حضرت مرزا صاحب میں یہ علامات وقتاً فوقتاً نمودار ہوتی رہتی تھیں۔ بالخصوص اُن ایام میں جب کہ آپ بہت زیادہ دماغی محنت کیا کرتے تھے یا جب کوئی بہت دقیق مضمون آپ کو لکھنا پڑ جاتا تھا اسی کے متعلق آپ نے بار بار اپنی تصنیفات میں ذکر فرمایا ہے کہ آنحضرت صلعم نے

جو آنیوالے مسیح کے متعلق فرمایا ہے کہ وہ دو زرد چادروں میں ملبوس
ہوگا تو علم تعبیر کے رُو سے زرد چادروں سے مراد بیماریاں ہوتی ہیں۔ پس
یہی وہ دو بیماریاں ہیں جو پیشگوئی کی دو زرد چادروں کی تعبیر ہے اور جو
میرے لاحق حال ہیں ایک دوران سر اور برد اطراف دوسری کثرت بول پس اگر مراق کا
لفظ آپ نے کبھی اپنے متعلق استعمال فرمایا ہے تو وہ انہی معنوں میں استعمال فرمایا ہے

مجنون کون ہے؟

اس پر اتنا غل مچانا اور اُسے جنون کا شائبہ قرار دے کر بغلیں بجانا
دراصل بجائے خود جنون کی علامت ہے۔ جس شخص کے دل و دماغ نے
ہزارہا علم و حکمت کے موتی لٹا دیئے۔ اور خدا کی ہستی توحید و معرفت۔
وحی و رسالت۔ ملائکہ و آخرت۔ دوزخ و جنت۔ آنحضرت صلعم اور قرآن
کریم کی صداقت پر ہزارہا دلائل اور نشانات قائم کر دیئے۔ کیا وہ مجنون ہو
سکتا ہے جس شخص کے مقاصد میں تمام دنیا میں دین اسلام کا ڈنکا بجانا ہو
اور ہر ایک دین پر اسلام کو غالب کر کے دکھانا ہو۔ اور اُس کے لئے وہ ایک
زبردست علم کلام کا موجد ہو جو زمانہ کے عین حسب حال ہو۔ اور پھر اس مقصد
کی تکمیل کے لئے وہ ایک جماعت تیار کر جائے جو اپنی شب و روز کی مساعی سے
اسی کام کو تکمیل تک پہنچانے میں لگی ہوئی ہو۔ کیا ایسا شخص مجنون کہلائیگا
یا اُس شخص کو مجنون کہنا چاہیئے جو اس محسن اسلام کی مخالفت میں حد سے گزر
جائے اور حسد اور تعصب سے اسلام کے خادموں کو مجنون ٹھہرائے۔

مخالفین کے انحراف حق کی وجہ

آخر کیا بات ہے جو تمہیں حق سے اس طرح منحرف کئے ہوئے ہے وہ کیا بات ہے جس کی جلن نے تمہیں ایک صاحب علم و حکمت وارث علم نبوّت کو مجنون ٹھہرانے کے لئے تحریک کی۔ کیا یہی تو نہیں کہ اس نے بعض باتوں میں تمہاری منشا کو پورا نہ کیا۔ اس لئے تم نے اس کی تکذیب کی۔ قرآن کریم نے بھی اس راز کو اس طرح عیاں کیا ہے۔ فرماتا ہے افکلما جاءکم رسولؐ بما لا تھوی انفسکم استکبرتمؕ ففریقًا کذبتم و فریقًا تقتلون ۰ (بقرہ) ترجمہ۔ جب جب تمہارے پاس کوئی خدا کا فرستادہ وہ کچھ لیکر آیا جو تمہارے نفس نہیں چاہتے تھے تو تم نے تکبر کیا۔ پس تم نے بعض کی تکذیب کی اور بعض کو قتل کرنے کا ارادہ کرتے رہے۔

لوگوں کی ذہنیت کا اس سے بہتر نقشہ کھینچا نہیں جا سکتا۔ علماء جو چاہتے ہیں اگر اس کے خلاف کوئی خدا کا مامور اور مجدد کچھ لے کر آئے گا تو ضرور ہے کہ علماء اس کی تکفیر کریں کیونکہ اُن کا نفس اپنے اندر کبر رکھتا ہے جیسے قرآن کریم نے استکبرتم کے لفظ سے ظاہر فرمایا۔ چنانچہ حضرت مجدد سرہندی صاحب فرماتے ہیں کہ آنیوالے مسیح موعود پر اہل حدیث علماء کفر کا فتویٰ لگائیں گے۔ اور نواب صدیق حسن خاں مرحوم فرماتے ہیں کہ حنفی علماء اس پر کفر کا فتویٰ لگائیں گے۔ اس کا مطلب یہی ہے کہ آنے والا تو آخر کار ہر ایک فرقہ کی غلطی کی اصلاح کرے گا۔ اور علماء کا

تکبر اس امر کی اجازت نہیں دیتا اس لیئے ہر ایک فرقہ کا عالم کفر کا فتویٰ لیکر اٹھ کھڑا ہوگا۔

مسئلہ وفات مسیح میں مولویوں کی شکست فاش

دیکھ لو۔ یہی اصلاح ہی مخالفت کی وجہ ٹھیری۔ سب سے پہلی اور اہم اصلاح وفات مسیح کا مسئلہ تھا۔ اور یہی وہ مسئلہ ہے جس سے مخالفت کی بنیاد پڑی۔ لیکن کیا یہ سچ نہیں کہ مسیح کی وفات کے ساتھ ہی مسیحیت کی موت اور اس زمانہ میں جب مسیحیت کا غلبہ چاروں طرف تھا اسلام کی زندگی وابستہ تھی۔ مگر مولویوں کے تکبر علم نے اس اصلاح کو گوارا نہ کیا اور مخالفت میں ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا۔ اور وہی مرزا جو کل تک ولی سمجھا جاتا تھا آج کافر ٹھیرایا گیا۔ لیکن خدائی کاموں کی شان ملاحظہ ہو کہ قرآن کریم سے مسیح کی وفات کچھ اس طرح ثابت ہوئی ہے کہ اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے خود مولویوں کو موت آتی ہے۔ کیا یہ سچ نہیں کہ مولوی ثناء اللہ امرتسری بڑے فخر سے کہتے پھرتے ہیں کہ ہم نے مرزائیوں سے وفات مسیح کا پہلو بچا کر ذاتیات پر بحث شروع کر دی۔ آخر کیوں؟ اسی لیئے کہ وہاں کٹی دبتی تھی۔

مخالفین ذرا اپنے مولویوں سے پوچھیں

جاؤ جا کر اپنے چوٹی کے علماء سے پوچھو کہ کیا قرآن سے مسیح کی حیات نکلتی ہے یا ممات۔ مصر کے مشہور علامہ مولوی محمد عبدہ کی تحریریں اور علامہ رشید رضا کا بیان جو حال میں شائع ہوا ہے پڑھ لو۔ ہندوستان میں مولانا ابوالکلام آزاد سے تنہائی میں پوچھ دیکھو کہ خدا کیلیئے ایمان سے کہو

کہ مسیح زندہ ہے یا مرگیا۔ مولانا سلیمان ندوی سے خفیہ طور پر پوچھے دیکھو مولوی غلام مرشد لاہوری سے رات کی تاریکی میں پوچھو کہ خدا کو حاضر ناظر جان کر اپنی موت کو سامنے رکھ کر بتائیں کہ مسیح زندہ ہے یا مرگیا۔ خود مولوی ثناء اللہ امرتسری موکد بعذاب حلف اٹھا کر کہہ دیں کہ کیا قرآن سے مسیح آسمان پر زندہ بجسدہ العنصری ثابت ہوتا ہے؟ اگر نہیں تو پھر اس وعید سے ڈرو جو قرآن میں ہے کہ لا تکتموا الحق وانتم تعلمون۔ کہ حق کو جان بوجھ کر نہ چھپاؤ۔

حضرت مرزا صاحب کے مسیح موعود ہونیکا دعویٰ

یہ بالکل سچ ہے کہ ہر ایک غور کرنیوالے انسان پر یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ مسیح مر چکا تو پھر مرزا غلام احمد نے یہی بات جسے علمائے زمانہ کہتے ہوئے آج ڈرتے ہیں ڈنکے کی چوٹ کہدی تو کیا گناہ کر دیا۔ رہ گیا ان کا مسیح موعود کا دعویٰ سو یہ تو کچھ بھی مشکل نہیں۔ جب مسیح مرگیا تو ظاہر ہے کہ آنے والا مسیح اسی امت میں سے ایک ہے جیسا کہ بخاری کی حدیث امامکم منکم صاف موجود ہے کہ وہ تمہارا امام ہوگا اور تم میں سے ایک ہوگا اور وہ ظاہر ہے کہ مجدد ہی ہو سکتا ہے جس کے ہر صدی کے سر پر آنے کی پیشگوئی خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کی ہوئی ہے۔ ان اللہ یبعث لھٰذہ الامۃ علیٰ راس کل مائۃ سنۃٍ من یجدد لھا دینھا۔ پس علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل کے ماتحت چودھویں صدی پر جو مجدد آیا وہ بوجہ مسیح ابن مریم سے مماثلت کے مجازاً اور استعارہ کے طور پر ابن مریم کہلایا

چودھویں صدی کے مجدد کو مسیح سے مماثلت دینے کی وجہ

چودھویں صدی کے مجدد کو مسیح سے مماثلت اس لئے دی گئی کہ یہ زمانہ مسیحیت کے غلبہ کا تھا۔ اور اس زمانہ کے مجدد کا کام خاص طور پر مسیح کی الوہیت و ابنیت کو رد کرنا اور اسلام کا غلبہ اور محمد رسول اللہ صلعم کی فضیلت اور عظمت و شان کو ظاہر کرنا تھا اس لئے آنحضرت صلعم کے ایک غلام کو مسیح کی شان دے کر مجدد وقت ٹھیرایا گیا۔ تا مسیحیوں پر حجت ہو کہ مسیح ابن مریم بھی ایسا ہی ایک انسان تھا اور محمد رسول اللہ صلعم کی جن پر مسیحی پادری دن رات حملے کرتے تھے یہ شان ہے کہ آپ کے غلاموں میں آپ کے فیوض سے مسیح جیسی شان کے انسان پیدا ہو سکتے ہیں۔ اسی کو خود حضرت مجدد وقت ایک شعر میں اس طرح بیان فرماتے ہیں ؎

چوں کا فراز ستم بہ پرستند مسیح را
غیورئ خدا بسرشس کرد ہمسرم

آپ کو یہ شعر الہام بھی ہوتا ہے ؎

برتر گمان و وہم سے احمد کی شان ہے
جس کا غلام دیکھو مسیح زمان ہے

حدیثوں کے انبار کو کس طرح جھٹلاؤ گے

تم ہی انصاف کرو۔ مسیح مر چکا اور اس کے مرنے کے ساتھ ہی کسر صلیب ہو گئی۔ اور اسلام میں ایک نئی زندگی کے آثار شروع ہوئے اب کیا حدیثوں میں جو مسیح کی دوبارہ آمد اور اس کے ساتھ دجال اور

یاجوج و ماجوج کے خروج کے متعلق روایتوں کا انبار ہے۔ اور بخاری و مسلم اور صحاح ستہ سب میں یہ حدیثیں بڑی تواتر سے موجود ہیں۔ سچ کہو کیا ان سب کو اب دریا برد کرنے کا ارادہ ہے؟

مرزا کی تکذیب کا نتیجہ حدیث کا انکار ہوگا

اور اگر تم نے مرزا کی تکذیب نہ چھوڑی تو یاد رکھو ڈاکٹر اقبال کی طرح تمہیں یہ سب احادیث صحیحہ متواترہ دریا برد کرنی پڑیں گی۔ آخر ڈاکٹر اقبال نے یہی کیا کہ حضرت مرزا کی تکذیب کے ساتھ ہی نہ صرف ان تمام احادیث کو دریا برد کر دیا۔ بلکہ ان کو مجوسیوں کا خیال بتایا۔ گویا امام بخاری و مسلم اور تمام بڑے بڑے ائمہ محدثین نے یا تو نعوذ باللہ دانستہ مجوسیوں سے یہ خیال لے کر آنحضرت صلعم کی طرف منسوب کر دیا اور یا یہ لوگ ایسے ناواقف تھے اور راویوں کی تحقیق ان کی اس قدر ناقص تھی کہ مجوسیوں نے نہایت شرارت سے اپنے خیالات صحابیوں اور تابعین اور تبع تابعین کا بھیس بدل کر ان تک پہنچا دیا اور ان لوگوں کو پتہ نہ لگا۔ یاد رکھو۔ تمہیں بھی یہی کرنا پڑے گا۔ ڈاکٹر اقبال نے مجوسیوں کا خیال بتایا تم ہندوؤں کا بتا دو لیکن پھر جکڑالویوں سے جا کر مصافحہ کرو۔ کیونکہ اس قدر انبار روایات کا جو صحیح اور مستند طریق پر مروی ہے۔ اگر نعوذ باللہ مجوسیوں کا طوفان بے تمیزی نکل آیا تو پھر احادیث کی کتب اور ان ائمہ محدثین کی تحقیقات پر سے امان ہی اُٹھ گیا۔

ڈاکٹر اقبال کی تقلید سے پہلے نتائج پر غور کرلو

پس ایک طرف تو یہ راہ ہے جو ڈاکٹر اقبال نے تمہارے لئے تیار کی ہے۔ اس صورت میں احادیث صحیحہ متواترہ کو جواب دے کر اور تمام ائمہ محدثین کو مجوسیوں کا مقلد قرار دیکر چکڑالویت کے میدان میں جا ڈیرہ لگاؤ ڈاکٹر اقبال تو شاعری کے نشہ میں مست ہیں۔ انہیں مذہب سے زیادہ سروکار بھی نہیں تم اپنی فکر کرلو کہ اس طرح مذہب پر جو ضرب سخت پڑیگی اور مسائل دینیہ اور دیگر مذہبی امور کی طرف سے جو بے اعتباری اور عدم اعتمادی رونما ہوگی اس کا ذمہ وار کون ہوگا۔ اور کیا یہ تدریج یہ عدم اعتمادی لامذہبی تو نہ پیدا کردے گی۔

حضرت مرزا صاحب کی تیار کردہ صحیح راہ

دوسری طرف وہ راہ ہے جو حضرت مرزا غلام احمد نے تیار کی ہے اور وہ یہ ہے کہ تمام احادیث صحیحہ سچ ہیں۔ ابن مریم استعارہ کے طور پر فقط چودھویں صدی کے مجدّد کا نام ہے۔ دجال بھی عیسائی پادری ہیں اور خر دجّال بھی ریل ہے اور یاجوج و ماجوج بھی یورپین اقوام ہیں۔ اس طرح نہ صرف یہ کہ تمام احادیث کی صحیح تاویل ہوجاتی ہے بلکہ ایک مسلمان کے ازدیاد ایمان کا موجب ہوتا ہے اور جب وہ ان تاویلوں پر غور کرتا ہے اور انہیں نہایت درجہ معقول اور مطابق زمانہ حال پاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو علم غیب حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیا گیا تھا اس پر حیران رہ جاتا ہے اور بے اختیار درود اُس کی روح کے اندر سے نکلتا

ہے کہ اللّٰھم صل علٰی محمدٍ وعلٰی اٰل محمدٍ وبارك وسلّم انك حمیدٌ مجید۔ تفصیل کے لئے یہ موقعہ نہیں اس کے لئے حضرت مجدّد وقت کی کتب ملاحظہ ہوں۔ پس ان راہوں میں سے جس راہ کو چاہو اختیار کرو۔ خواہ ڈاکٹر اقبال کی طرح احادیث صحیحہ کو جواب دو اور ائمہ محدثین کو مجوسیوں کا مقلد قرار دو اور احادیث صحیحہ پر سے امان اُٹھا کر تمام کتب دینیہ کو ناقابل اعتبار ٹھیرا دو۔ یا پھر حضرت مجدّد وقت کی راہ اختیار کرو اور تمام احادیث صحیحہ پر ایمان رکھتے ہوئے ان نشانات اور پیشگوئیوں کو حرف بہ حرف پورا ہوتے ہوئے دیکھ کر اپنے ایمان اور معرفت کو ترقی دو۔

مخالفین احمدیّت کا تعجب انگیز طرزعمل

لیکن کیا یہ امر تعجب انگیز نہیں کہ دجال۔ خر دجال۔ یاجوج ماجوج سب کی ڈاکٹر اقبال اور ایڈیٹران اخبار وہی تاویلیں قبول کر چکے ہیں جو سب سے پہلے حضرت مجدّد وقت نے کیں اور جن کا اُس وقت مذاق اڑایا گیا تھا لیکن بعد میں ان کے ہی آگے ایسا سرِ تسلیم خم کیا کہ شاعروں نے اپنے اشعار اور ایڈیٹروں نے اپنے اخبار میں بڑے فخر سے درج کیا چنانچہ ڈاکٹر اقبال فرماتے ہیں۔ ؎

کھل گئے یاجوج اور ماجوج کے لشکر تمام
چشم مسلم دیکھ لے تفسیر حرفِ ینسلون

اور اسی دشمنِ حق زمیندار اخبار میں بغداد اور حلب کے درمیان ریل جاری ہونے کا اعلان "خر دجال کی پٹڑی" کے عنوان سے شائع ہوا۔ پھر اس تاویل

صحیح کے بتانیوالے کو کذاب قرار دینا اور انہی پیشگوئیوں کے ایک حصّہ کو مانتے ہوئے دوسرے حصّہ کو جو اس کے ساتھ لازم ملزوم کی طرح ہے مجوسیوں کا تخیل بتانا کیا ظاہر کرتا ہے یہی کہ یہ محض ضد اور عناد اور حسد اور تعصب ہے جو حق کو قبول کرنے میں مانع ہے جسے قرآن میں بغی کے لفظ سے یاد کیا ہے جیسا کہ میں نے ابتدا میں آیت قرآنی پیش کی تھی۔
وما اختلف فیه الا الذین اوتوه من بعد ما جاءتهم البینٰت بغیاً بینهم (بقرہ) کہ نہیں اختلاف کیا اس کے بارے میں مگر ان لوگوں نے جن کو وہ دیا گیا تھا کھُلے کھُلے دلائل اور نشانات آجانے کے بعد آپس کی ضد اور سرکشی سے۔

قادیانی غلو کا عذر صحیح نہیں

رہ گیا یہ عذر کہ حضرت مجدّد وقت کے ماننے والوں میں سے ایک فریق نے انہیں نبی بنایا۔ سو واضح ہو کہ اس زمانہ کے مجدّد کی مماثلت جو مسیح سے قائم کی گئی تھی اُن میں سے ایک یہ بھی وجہ مماثلت معلوم ہوتی ہے کہ آپ کے ساتھ پہلے مسیح کی طرح غلو ہونا مقدر تھا۔ پہلے مسیح کو جس طرح انکے مریدوں نے غلو کرکے نبی سے خدا بنایا۔ اس اُمت کے مسیح کو غلو کرکے مجدد سے نبی بنایا گیا۔ پس کیا تم نے عیسائیوں کے غلو سے خفا ہو کر مسیح ابن مریم کو صادق ماننا چھوڑ دیا۔ نہیں۔ بلکہ تم اُن کو اپنی اصلی شان میں مانتے ہو۔ اور ان کو نبی کی حیثیت میں ماننے کو اصول ایمان قرار دیتے ہو۔ تو آج کیا وجہ ہے کہ حضرت مجدد وقت کے مریدوں میں سے ایک گروہ کے غلو کی وجہ سے ناراض

ہو کر تم ایک راستباز کا انکار کرتے ہو۔ ایک صادق صادق ہے خواہ کوئی اس کی تکذیب کرے یا اس کے متعلق غلو کرے تم خود اس کے دعاوی اس کی کتابوں سے پڑھو۔ اور تعصب اور تکبر کی عینک کو آنکھوں سے اتار کر پڑھو۔ اگر راستباز پاتے ہو تو پھر اس کے ماننے میں کوئی عذر نہ ہونا چاہیئے۔ بغض اور تعصب کی وجہ سے حقیقت کی طرف سے آنکھیں نہ بند کرو۔ اس نے تو بہتر سے بہتر تاویل تمہاری مسلمہ حدیثوں کی کی ہے جس سے حدیثوں کی شان بھی قائم رہتی ہے اور پیشگوئیاں بھی پوری ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کی شان کو بڑھاتی ہیں۔

مفتی کفایت اللہ صاحب کا اقرار

اور یہ تو مفتی کفایت اللہ صاحب صدر جمعیۃ العلماء نے بھی تسلیم کیا ہے کہ اگر مسیح اسرائیلی مرگیا ہے تو پھر احادیث صحیحہ کی وہی بہترین تاویل ہو سکتی ہے جو جناب مرزا صاحب نے کی ہے۔

(دیکھو اخبار پیغام صلح ۱۴ محرم ۲۷، ۲ جون ۱۹۲۷ء)

خدمت دین کا نام جنون نہ رکھو

پس حضرت مرزا صاحب کے مقاصد عالیہ پر نظر ڈالو اور خدمت دین کا نام جنون نہ رکھو۔ حفاظت و اشاعت اسلام اور تمام ادیان باطلہ پر اسلام کو دلائل و براہین سے غالب کرنے کا خیال اور اس کے لئے دن رات کی مساعی کوئی وہم کی بیماری نہیں جس کا نام تم مراق رکھ سکو۔ یہ خدا کے وعدے

ہیں جو انشاء اللہ تعالیٰ اپنے وقت پر پورے ہو کر رہیں گے۔ اور جس کے آثار محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے آج بھی نظر آ رہے ہیں۔ اسلام کی حفاظت خدا کا کام ہے۔ اور اسی امر کے لئے مجدد وقت کی بعثت ہے۔ جسے تم دیوانہ کہتے ہو وہ اگر دیوانہ ہے تو خدا اور رسولؐ کے دین کا دیوانہ ہے کس درد سے حضرت مجدّد وقت اپنی اس دیوانگی کا نقشہ کھینچتے ہیں فرماتے ہیں ؎

نے ز فرد وسم حکایت کُن نے از آلام نار
کز غم دینِ محمدؐ ے زیم شوریدہ وار

اے حق کے طالبو! باطل کے پروپاگنڈے اور شور و شغب سے متاثر نہ ہو۔ کون مردِ حق دنیا میں آیا جس کے خلاف مخالفت کا طوفانِ بے تمیزی نہیں اُٹھا۔ تاریخ عالم پر نظر ڈالو۔ دیکھو کوئی خدا کا فرستادہ نبی ہو یا مجدد اس مخالفت سے بچا؟ اگر نہیں تو مرزا کس طرح بچتا۔ اس ظالمانہ پروپاگنڈے اور شور و شغب کی فریاد اگر ہے تو اسی عالم الغیب دانائے راز سے ہے جو ہر ایک مظلوم کی فریاد کو سنتا ہے۔ حضرت مجدد وقت نے شعر کیا حسب حال فرمایا ہے ؎

شور کیسا ہے تیرے کوچہ میں لے جلدی خبر
خون نہ ہو جائے کسی دیوانہ مجنون وار کا

باب پنجم

حضرت مرزا غلام احمد علیہ الرحمۃ کی غذا پر اعتراض

تعصب کی وجہ سے اعتراضات مبنی برافترا

جب مخالفت کی بنا کبر اور نفس پرستی اور ضد اور تعصب پر ہو تو پھر حق پرستی اور انصاف کو جواب مل جاتا ہے۔ پھر معترض کے لئے یہ ضروری نہیں رہتا کہ وہ کسی قابل اعتراض بات کی تلاش کرے۔ وہ نہایت معقول اور اچھی باتوں پر بھی اعتراض کرنے سے نہیں چوکتا۔ اگر کوئی بات اعتراض کے لئے نہ ملے تو وہ بعض واقعات کو توڑ مروڑ کر قابل اعتراض شکل میں پیش کر دیتا بلکہ اپنے دل سے بہت سی باتیں گھڑ لیتا اور اعتراض کر دیتا ہے۔ ایک دفعہ حضرت مولانا نورالدین مرحوم پر بھیرہ میں کفر کا فتویٰ علماء نے لگایا۔ استفتا جو مختلف علما کے پاس دستخطوں کے لئے پھرایا جا رہا تھا۔ اتفاقاً حضرت مولانا مرحوم کی نظر سے بھی گذرا۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے بھی قلم دینا۔ تاکہ میں بھی اس پر دستخط کر دوں۔ وہ شخص جو استفتا لے کر پھر رہا تھا۔ حیران رہ گیا۔ کہ کیا آپ خود بھی اپنے کفر پر دستخط کریں گے؟ فرمانے لگے۔ کہ "ہاں۔ جو وجوہات کفر اس استفتا میں لکھے ہیں۔ وہ فی الواقع ایسے ہیں۔ جنہیں میں خود بھی کفر سمجھتا ہوں"۔ یعنی وہ تمام از خود افترا کے طور پر حضرت

مولانا مرحوم کی طرف منسوب کر دیئے گئے تھے۔ اس قسم کی افترا پردازیوں سے بڑھ کر ظلم اور کوئی نہیں ہو سکتا۔

مسلمانوں کو انصاف کی تعلیم اور اُس سے انحراف

اسی لئے قرآن کریم نے مسلمانوں کو ہدایت دی تھی۔ کہ لا یجرمنکم شنآن قوم علیٰ الّا تعدلوا۔ کہ کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس امر کا مجرم نہ بنادے کہ تم عدل اور انصاف نہ کرو۔ مگر مسلمانوں کی بدقسمتی سمجھو کہ یہ ہدایت جو آب زر سے لکھنے کے قابل تھی۔ خود علما کو اعتراض کرتے وقت یاد نہیں رہتی۔ اور جہاں ضد اور تعصب کا معاملہ آ جائے۔ وہاں یہ بزرگ معقول سے معقول بات کو محل اعتراض بنانے سے نہیں چوکتے۔ دل سے ایک بات بناتے ہیں۔ اور پھر اس پر اعتراض کرتے ہیں۔ اور خوش ہو کر بغلیں بجاتے ہیں۔ ہزار دفعہ اس کا معقول سے معقول سے جواب دو۔ اُنہیں اس سے کوئی غرض نہیں۔ وہ سُنی کو اَن سُنی کر دیتے ہیں۔ اور اپنی رٹ لگائے جاتے ہیں۔ مجھے حضرت مولانا نور الدین مرحوم کے زمانہ کا ایک واقعہ یاد آ گیا۔ مولانا کی خدمت میں ایک آریہ اُپدیشک آیا۔ مولانا نے اس سے فرمایا۔ "کہ تم لوگ جو اعتراضات ایک مرتبہ اسلام پر کرتے ہو۔ ہم ان کا جواب معقول سے معقول صدہا مرتبہ دے چکے ہیں۔ مگر تم بجائے اس کے کہ ہمارے جوابات کا کوئی جواب الجواب دو۔ انہیں بالکل نظر انداز کر دیتے ہو۔ اور مڑ مڑ کر اپنے اُنہی پرانے فرسودہ اعتراضات کی رٹ لگائے چلے جاتے ہو۔ آخر اس تجاہل عارفانہ کی وجہ کیا ہے؟" وہ تھا بڑا انصاف گو۔ بولا کہ مولوی صاحب ہمیں کوئی تحقیق حق تو منظور

نہیں ہوتی۔ کہ اعتراض اور جواب کا موازنہ کریں۔ اور اگر جواب معقول ہو تو اس کے سامنے سر تسلیم خم کر دیں۔ ہمارا مطلب تو فقط اسلام پر اعتراض کرنا ہے۔ سو ہم وہ کئے جائیں گے۔ خواہ آپ لاکھ مرتبہ جواب دیں"۔ بالکل یہی صورت آج کل ہمارے علماء سوء اور ان کے چیلے چانٹوں کی ہے۔ کہ حضرت مجدد وقت مرزا غلام احمد علیہ الرحمۃ پر اعتراض کرتے وقت انہیں نہ خدا کا خوف ہوتا ہے۔ نہ عدل و انصاف مدنظر ہوتا ہے۔ بلکہ ضد اور تعصب کے ماتحت محض اعتراض کرنا مقصود ہوتا ہے۔ اور اس کام کے لئے خواہ واقعات کو کتنا بھی مروڑنا پڑے یا دل سے کیوں نہ گھڑنا پڑے۔ اس سے انہیں ذرا باک نہیں ہوتا۔ پھر ان کے جوابات کتنے ہی معقول دیئے جائیں۔ ان سب کو نظر انداز کر دینا اور برابر نامعقول اعتراضات کی رٹ لگائے چلا جانا یہ وہ دیناری کی شان ہے جو حضرت مجدد کی مخالفت میں ان بزرگوں میں پیدا ہو گئی ہے۔

حضرت مرزا صاحب کی غذا پر جھوٹا اعتراض

ان اعتراضات میں سے ایک اعتراض یہ بھی ہے کہ حضرت مرزا صاحب روز پلاؤ۔ زردے اور مزعفر و بریانی اور بڑے بڑے اعلیٰ قسم کے کھانے کھایا کرتے تھے۔ اس کے جواب میں میں کیا کہوں۔ کہ لعنۃ اللہ علی الکاذبین کچھ شک نہیں کہ حضرت مرزا صاحب پلاؤ۔ زردہ۔ مزعفر و بریانی کو حرام نہیں سمجھتے تھے۔ بلکہ حلال اور طیب سمجھتے تھے۔ آپ نے کبھی اس کے کھانے سے انکار نہیں کیا۔ یا اس میں بعض ملامتی فقیروں کی طرح ریت ملا کر نہیں کھایا بلکہ خدا کا شکر کر کے خدا کی نعمت سے فائدہ اٹھایا۔ لیکن یہ کہنا کہ وہ روزانہ اسی

قسم کے کھانے کھایا کرتے تھے۔ یہ ایک سفید جھوٹ اور محض بکواس ہے ان کی غذا بہت سادہ تھی۔ اکثر شوربا اور تنوری روٹی سے زیادہ کچھ نہ ہوتا تھا۔ میں نے خود انہیں بعض دفعہ ڈبل روٹی کے سوکھے ٹکڑے یخنی یا دودھ میں بھگو کر کھاتے دیکھا۔ جب تک مہمانوں کی بہت زیادہ کثرت نہیں ہوگئی سالہا سال آپ نے دونو وقت احباب کے ساتھ کھانا کھایا ہے۔ ساتھ کھانے والے ابھی زندہ موجود ہیں۔ ان سے قسم دے کر پوچھو کہ روز حضرت مرزا صاحب کیا کھایا کرتے تھے۔ کیا تنوری روٹی اور شوربے کے سوا اور بھی کچھ کھاتے تھے۔ بلکہ اپنے سامنے سے بوٹیاں اٹھا کر احباب کے سامنے رکھ دیا کرتے تھے۔ بچے ہوئے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں کو توڑ توڑ کر باریک کر دیا کرتے تھے۔ تاکہ جب دسترخوان جھاڑا جائے۔ تو چڑیوں کو بھورا چگنے میں آسانی ہو۔ بعد میں تو معدہ اس قدر کمزور ہو گیا تھا کہ سادہ سے سادہ غذا بھی مشکل سے ہضم ہوتی تھی۔ چہ جائیکہ مرغن غذا۔ اگر باہر سے آئے ہوئے معزز احباب کی خاطر کبھی پلاؤ وغیرہ پکوایا گیا۔ اور ان کے ساتھ بیٹھ کر آپ نے بھی کبھی چند نوالے پلاؤ کے کھا لئے۔ تو کیا اس کے یہ معنی ہو گئے۔ کہ روز پلاؤ زردے ہی کھایا کرتے تھے۔

مہمان کے لئے تکلف جائز ہے

یہ جو آئے دن لوگوں کے گھروں میں دعوتیں ہوا کرتی ہیں۔ جن میں ہمارے علما بھی پلاؤ۔ زردے ٹھونسا کرتے ہیں۔ تو کیا اس کے یہ معنی ہوتے ہیں۔ کہ میزبان ہمیشہ گھروں میں پلاؤ زردے ہی کھایا کرتے ہیں۔ ہر ایک

شخص جانتا ہے۔ کہ جو لوگ گھروں میں دال روٹی بھی کھاتے ہیں۔ وہ بھی
مہمانوں کی خاطر کھانے میں تکلّف کر لیا کرتے ہیں۔ تو اگر حضرت مرزا صاحب
نے کبھی مہمانوں کی خاطر پلاؤ یا کوئی پُرتکلّف کھانا پکوا لیا اور ان کے ساتھ بیٹھ کر
اگر کھا بھی لیا تو اس سے یہ نتیجہ کس طرح نکلے گا۔ کہ وہ روز ہی گھر میں پلاؤ زردے
کھایا کرتے تھے۔ اور سمجھ نہیں آتا۔ کہ ہمارے یہ علماء منہ پر کیا ناک لگا کر اعتراض
کرنے اٹھ دوڑے۔ جن کی پانچوں انگلیاں شب و روز گھی میں رہتی ہیں۔ اور
پلاؤ اور زردے اور حلوے اور مانڈے کے سوا بات نہیں کرتے۔ اور دوسروں
کے مال پر ان کے دندانِ آز ہمیشہ تیز رہتے ہیں۔ اچھا کھانا نہ ملے تو مولوی صاحب
کا منہ نہیں سیدھا رہتا۔ اور بڑے بڑے واعظین جو اسٹیج پر جَو کی روٹی کھانے
کی شیخیاں مارا کرتے ہیں۔ جب گھر میں جاتے ہیں۔ تو این کارِ دیگر می کنند۔
مرغن کھانوں پر وہ ہاتھ صاف کرتے ہیں کہ باید و شاید۔ ان کی انہی شکم نوازیوں
اور عیش پرستیوں کا ہی نتیجہ تھا۔ کہ ملکانوں کے دیہات میں ہمارے علماء دورہ
نہ کر سکے۔ اور آریوں نے صدہا ملکانوں کو شدھ کر لیا۔ کس طرح ممکن تھا کہ
گاؤں گاؤں جہاں سواری کا کوئی انتظام نہیں۔ اور پلاؤ زردے کی توقع نہیں
علماءِ کرام پیدل مارے مارے پھرتے۔ اور روٹی اور چھاچھ پر گذارہ کرتے
یہ تو ہاتھی کے دانت کھانے کے اور ہیں اور دکھانے کے اور ہیں۔ اعتراض
کرنے کے لئے یہ لوگ وہ ترازو استعمال نہیں کرتے۔ جس میں ان کی خواہشات اور
تمنائیں تولی جاتی ہیں۔ دراصل ویل للمطففین کا وعید انہیں قطعاً یاد نہیں۔

خدا کی حلال اور طیب چیزوں کو حرام کرنے والا کون؟

خدا کی شان وہ لوگ جو دن رات پیٹ کی خاطر مذہب کو بیچتے پھرتے ہیں۔ اور پرائے مال پر پلاؤ زردے اڑاتے ہیں وہ معترض ہیں اور ناحق معترض ہیں۔ کہ مرزا روز پلاؤ زردے کھایا کرتا تھا۔ میں کہتا ہوں یہ بات بالکل غلط ہے۔ اور اگر سچ بھی ہوتی تو کیا ہرج تھا۔ کیا پلاؤ زردہ کھانا شرعاً حرام ہے۔ اگر یہ حلال ہے اور طیب ہے تو پھر اعتراض کیسا؟ خود جناب الٰہی کا ارشاد سن لو۔ فرماتے ہیں۔

قل من حرم زینة اللہ التی اخرج لعبادہ والطیبٰت من الرزق ط قل ھی للذین امنو فی الحیوۃ الدنیا خالصۃً یوم القیٰمۃ ط کذالک نفصل الاٰیات لقوم یعلمون ہ

(الاعراف) کہہ دے کہ کس نے حرام کر دیا ان زینت کی چیزوں اور کھانے پینے کی پاکیزہ چیزوں کو جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لئے پیدا کیا ہے۔ کہہ دو وہ دنیا کی زندگی میں اُن کے لئے ہے جو ایمان لائے۔ قیامت کے دن خالص اُن کے لئے۔ اسی طرح ہم آیات کو تفصیل سے بیان کرتے ہیں۔ اُن لوگوں کے لئے جو علم رکھتے ہیں۔" ان آیات میں اس بات پر کس قدر تنبیہہ کی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے پیدا کردہ زینت کے سامانوں کو اور طیب اور پاکیزہ کھانوں کو حرام کرنے والا ہے کون؟ اچھی چیزوں کو خواہ وہ روحانی ہوں یا جسمانی اللہ تعالیٰ نے منع نہیں فرمایا۔ آخر مومنوں کے لئے یہ نعمتیں کیوں حرام ہوں؟ بلکہ یہ بتلایا کہ دنیا میں تو مومن اور کافر دونوں ان نعمتوں سے متمتع ہوتے ہیں۔ مگر قیامت میں یہ نعمتیں خالص مومنوں کے لئے ہوں گی۔ اس آیت کے ہوتے ہوئے پھر کسی شخص کے طیب کھانے پر خواہ وہ پرتکلف ہی ہو اعتراض کرنا صاف طور

پر جہالت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں صاف طور پر ارشاد فرمایا ہے۔ کہ صاحبانِ علم کے لئے اس میں کھلے نشان ہیں۔ یعنی صاحب علم اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ پس جو اس آیت سے فائدہ نہیں اٹھاتا وہ جاہل ہے۔ ایسے اہل علم نہیں کہا جاسکتا۔ پس ان علما کی جہالت اور نامعقولیت پر جو اعتراض کرتے وقت اس آیت کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ یہ ارشاد الٰہی دلیل واضح ہے۔

حضرت نبی کریم صلعم کی غذا کی سادگی کا مقابلہ صحابہ بھی نہ کر سکتے تھے

ہمارے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نہایت درجہ کی سادگی سے گذارہ کرتے تھے۔ نہایت ہی سادہ غذا۔ نہایت ہی سادہ لباس۔ اور نہایت ہی سادہ مکان۔ آپ کی غذا کی سادگی کا یہ حال تھا۔ کہ خود صحابہ کرام اور اہل بیت اُس سادگی کے معیار پر کھانا نہ کھا سکتے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ حضرت امام حسن علیہ السلام اور حضرت عبداللہ ابن عباس حضرت سلمٰی کے پاس گئے۔ اور کہا۔ کہ آج ہم کو وہ کھانا پکا کر کھلاؤ۔ جو آنحضرت صلعم کو بہت مرغوب تھا۔ بولیں "تم کو وہ کیا پسند آئے گا" لوگوں نے اصرار کیا۔ تو اُنہوں نے جَو کا آٹا پیس کر ہانڈی میں چڑھا دیا۔ اوپر سے روغن زیتون اور زیرہ اور کالی مرچیں ڈال دیں۔ پک گیا۔ تو لوگوں کے سامنے رکھا۔ اور کہا کہ یہ آپ کی محبوب ترین غذا تھی (سیرۃ النبی جلد دوم صفحہ ۲۰۱ مولفہ مولانا شبلی مرحوم) کیا اس فقرہ سے کہ "تم کو وہ کیا پسند آئے گا" صاف نتیجہ نہیں نکلتا۔ کہ اہل بیت اور صحابہ بھی غذا اس قدر سادہ طریق پر کھا نہ سکتے تھے۔ جو آنحضرت صلعم کا معمول تھا۔ بلکہ حالات اس قدر بدل چکے تھے۔ کہ خاص طور پر کہہ کر وہ کھانا پکوایا گیا۔ جو آنحضرت صلعم کھایا کرتے تھے۔

پس غذا کی اس قدر سادگی آنحضرت صلعم کی خصوصیت تھی جس میں صحابہ و اہل بیت بھی آپ کے ساتھ برابری نہ کر سکتے تھے۔

آنحضرت صلعم کو اچھا کھانے اور عمدہ لباس کے استعمال میں تامل نہ تھا

لیکن باایں ہمہ اس قدر سادگی کے آنحضرت صلعم کے سامنے کوئی اچھا کھانا آجاتا تو آپ اُسے رد نہ کرتے اور نہایت خوشی سے نوش فرماتے۔ پہننے کے لئے اچھا کپڑا مل جاتا تو اُسے پھینک نہ دیتے تھے بلکہ زیب تن فرماتے چنانچہ ابو داؤد اور مسلم اور بخاری میں ہے کہ حضرت ابو بکر کی صاحبزادی اسماء کے پاس ایک جبہ تھا جو آنحضرت صلعم پہنا کرتے تھے خصوصاً جمعہ کے دن یا قافلوں کی ملاقات کے وقت اور جس کی گریبان اور آستینوں اور دونوں چاکوں میں دیباج لگا ہوا تھا (دیباج ایک ریشمی کپڑا ہوتا ہے) آپ کو یہ جبہ کہیں سے تحفہ آیا تھا۔ آپ نے اُسے رد نہیں کیا۔ بلکہ اُسے پہن کر امت کے لئے نمونہ قائم کیا کہ پبلک جلسوں اور لوگوں کی ملاقات کے وقت عمدہ لباس باعث عزت ہے اسی طرح غذا میں انتہائی سادگی کے باوجود اگر اچھا کھانا سامنے آگیا ہے۔ تو آپ نے اُسے خوشی سے کھایا اور اللہ تعالیٰ کی نعمت کا شکر ادا کیا ہے۔

جناب الٰہی کا ارشاد کہ پاکیزہ کھانے کھاؤ

خود جناب الٰہی ارشاد فرماتے ہیں کہ یا ایھا الرسل کلوا من الطیبٰت واعملوا صالحا، انی بما تعملون علیم۔ (المومنون) "اے رسولو! پاکیزہ چیزیں کھاؤ۔ اور نیک عمل کرو۔ بے شک میں جو کچھ تم عمل کرتے ہو اُسے جانتا ہوں" یہاں صاف طور پر ارشاد فرمایا۔ کہ رسولوں کو ہمیشہ یہی حکم دیا گیا۔ کہ پاکیزہ چیزیں کھاؤ۔ اور عمل نیک کرو۔ کہ اصل چیز عمل ہے۔ غذا کا مقصد ہے۔ انسان کی زندگی کا قائم رکھنا۔

اور انسان کی زندگی کا مقصد ہے اعمال صالح۔ پس جو شخص اعمال صالح کا مرتکب ہے۔ اس نے اپنی زندگی کے مقصد کو حاصل کر لیا۔

عمل صالح کرنیوالے کی زندگی بڑی قیمتی ہوتی ہے

میں تو کہتا ہوں ایک صالح انسان کی زندگی کا قائم رکھنا ازبس ضروری ہے۔ تاکہ اس کے اعمال صالح سے جو نفع مخلوق کو پہنچتا ہے وہ قائم رہے۔ اس زندگی کے قیام کے لئے ہر ایک چیز جو شرعاً جائز اور طیب ہے اگرچہ وہ کتنی ہی بیش قیمت کیوں نہ ہو اگر اس کی ضرورت ہے تو مہیا کرنی ازبس ضروری ہے۔ دنیا میں نافع وجود بہت کم ہوتے ہیں۔ اور اگر ہوتے ہیں تو ان کی زندگی بہت بیش قیمت چیز ہوتی ہے۔ جس کے قیام کے لئے اگر کوئی اعلیٰ سے اعلیٰ غذا کی بھی ضرورت ہو تو مہیا کرنا محل اعتراض نہیں۔ بلکہ باعثِ ثواب ہے۔ کیا ایک شخص جو دن رات خدمت اسلام کرتا ہے۔ اور اسلام کی حفاظت اور اشاعت و تبلیغ پر ہزار ہا صفحات کا لٹریچر پیدا کرتا ہے۔ اور اس کوشش اور مجاہدہ میں اپنی صحت کو کھو بیٹھتا ہے۔ اور بے خوابی اور ضعفِ اعصاب کی علامات اس میں پیدا ہو جاتی اور ضعف کا دورہ جب پڑتا ہو تو نبض ڈوب جاتی ہو اور ہاتھ پاؤں سرد پڑ جاتے ہوں۔ اس شخص کے واسطے اگر کوئی طبیب دماغ کے تکان کو رفع کرنے کے لئے شیرۂ بادام اور دل ڈوبنے اور ہاتھ پاؤں سرد پڑ جانے کے لئے مشک تجویز کرے تو کیا یہ کلوا من الطیبٰتِ واعملوا صالحًا کے حکم کی عین تعمیل نہیں؟ کیا اس آیت کا صاف مطلب یہ نہیں کہ زندگی کو قائم رکھنے کے لئے طیب چیزیں کھاؤ۔ اور

زندگی کا مقصد اعمال صالحہ بناؤ۔ پس اگر ایک شخص کی زندگی کا مقصد اعمال صالحہ ہے۔ تو اس زندگی کے قیام کے لئے جس غذا کی بھی جو شرعاً حرام نہیں ضرورت محسوس ہوگی وہ طیب ہوگی اور ضروری ہے۔ کہ انسان اُسے مہیا کرے ورنہ وہ خدا کے حکم کا نافرمان ٹھیرے گا۔ جو چیز بھی ایک صالح انسان کی زندگی کو قائم رکھنے کے لئے ضروری ہے اور اگر وہ شرعاً ناجائز نہیں تو وہ طیب ہے۔ اور اس کا مہیا کرنا انسان کا فرض ہے۔ زندگی کو قائم رکھنے کے لئے تو اضطراری حالت میں حرام بھی حلال ہو جاتا ہے۔ چہ جائیکہ ایک حلال اور طیب چیز کوئی شخص زندگی کو قائم رکھنے کے لئے استعمال کرے۔ پس یہ کیا اعتراض ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے کبھی شیرۂ بادام پیا۔ یا ضعف کے دورے پڑنے کے وقت مشک کا استعمال کیا۔

ایک خادم اسلام کی زندگی کے لئے اگر ضرورت ہو تو اعلیٰ سے اعلیٰ غذا مہیا کرنا بھی ثواب ہے

میں کہتا ہوں اس قدر مفید زندگی کے قائم رکھنے کے لئے جو حضرت مرزا صاحب کی تھی۔ شیرۂ بادام پینا اور مشک کا استعمال تو بہت معمولی چیز ہے۔ اگر اس سے بھی بڑھ کر کسی دوا یا غذا کا مہیا کرنا ضروری ہوتا تو وہ باعث ثواب اور خدا کے حکم کلوا من الطیبٰت کی عین تعمیل تھی۔ آخر اس کلو من الطیبٰت کے حکم کی خاص طور پر ضرورت کیوں ہوئی۔ اسی لئے کہ خدا کے فرستادوں کا وجود دنیا کے لئے ازبس مفید ہوتا ہے۔ پس اُس کے قائم رکھنے کے لئے ہر ایک پاکیزہ چیز کو جس کی ضرورت محسوس ہو۔ بطور غذا یا دوا استعمال کرنا ضروری قرار دے کر اس کے

لئے صریح حکم کتاب میں اتار دیا۔ تاکہ کوئی دشمن حق نام کا مولوی اعتراض نہ کرے۔

آنحضرت صلعم کی غذا پر بھی اعتراض

مگر ابتدا سے یہی دستور چلا آتا ہے۔ کہ اعتراض کرنے والے کبھی بھی نہیں چوکتے۔ آنحضرت صلعم کی غذا کی سادگی سے بڑھ کر کوئی سادگی متصور نہیں ہو سکتی لیکن پھر بھی معترضین کا اعتراض قرآن کریم میں مذکور ہے۔ کہ قالوا مال ھذا الرسول یاکل الطعام ویمشی فی الاسواق۔ ترجمہ معترضین کہتے ہیں کہ یہ کیا رسول ہے جو کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے (الفرقان) گویا جب غذا کی نوعیت پر اعتراض نہ ہو سکا تو پھر یہ اعتراض شروع کر دیا۔ کہ یہ سرے سے کھانا ہی کیوں کھاتا ہے۔ میں عرض کر چکا ہوں کہ کسر نفس اور خود پسندی ضد اور تعصب جب مخالفت کا موجب ہو تو پھر کوئی اچھی سے اچھی بات بھی محل اعتراض بننے سے رہ نہیں سکتی۔ کیا انسان کو زندگی قائم رکھنے کے لئے کھانا کھانے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ مختلف کام کاج کے لئے بازار آنے جانے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ پھر یہ اعتراض کیا تھا۔ محض دھینگا دھینگی کا اعتراض تھا۔ جس کے اندر نہ کوئی انصاف ہے۔ نہ معقولیت۔

باب ششم

دیگر امور پر اعتراضات

مشک کے استعمال پر اعتراض

اسی طرح حضرت مرزا صاحب پر اعتراض کیا جاتا ہے۔ کہ آپ نے مشک منگوایا۔ میں کہتا ہوں ضرورت کے لئے مشک کھانا کیا منع ہے۔ ابھی میں ذکر کر چکا ہوں کہ بوجہ بے انتہا دماغی محنت کے آپ کو ضعف اعصاب کی تکلیف تھی۔ اور بعض دفعہ اتنا ضعف پڑ جاتا تھا۔ کہ سر چکرا جاتا تھا۔ اور نبض ڈوب جاتی تھی۔ اور ہاتھ پاؤں ٹھنڈے ہو جاتے تھے۔ ایسی حالت میں مشک جو مفرح قلب اور دافع تشنج اعصاب ہے۔ بہت مفید ہوا کرتا ہے۔ چنانچہ اسی قسم کے دوروں کے لئے حضرت مرزا صاحب نے مشک منگوا کر رکھا ہوا تھا کہ اس موقعہ پر بطور دوا استعمال کیا جائے۔ میں کہتا ہوں اس میں اعتراض کی کونسی بات ہے۔ سوائے اس کے کہ معترض کے تعصب اور بے انصافی پر دلالت کرتا ہے۔ یا اگر کسی اشتہاری حکیم نے مفرح عنبری کی ڈبیا کبھی بھیجدی۔ اور آپ نے ضعف اعصاب اور دماغی تکان کے موقعہ پر استعمال کر لیا۔ تو کیا قیامت آگئی آج کون دماغی محنت کرنے والا شخص ہے۔ جو طبی مشوروں کے نیچے ہر قسم کی

مقوی دماغ اور نروائن ٹانک چیزیں استعمال نہیں کرتا۔ بلکہ غذاؤں کے ٹیبل بنا بنا کر رکھے جاتے ہیں۔ اور ان کے مطابق مقوی دماغ غذائیں کھائی جاتی ہیں۔ تاکہ اس ضیاع دماغی کی تلافی ہو سکے جو شب و روز کی دماغی محنتوں کی وجہ سے انسان کے لاحق حال ہو جاتی ہے۔ بڑے بڑے لیڈر قوم کے روپوں پر نعمتیں کھاتے ہیں۔ اور مسلمان خوشی خوشی کھلاتے ہیں۔ اس لئے کہ لیڈروں کی زندگی کو غنیمت سمجھا جاتا ہے۔ بڑے بڑے مہاتماؤں کے لئے جو دنیا کو نیا گنے کے مُدعی ہیں۔ سیروں تر و خشک میوے اور نارنگی و انگور کے رس روزانہ ان کی شکم پُری کے لئے مہیا کئے جاتے ہیں۔ اور قوم اپنے ہاتھوں سے کھلاتی اور شکر کرتی ہے۔ کہ ان کے مفید اور کار آمد مہاتما کی زندگی اس طرح قائم ہے یہ تو شقاوت ازلی کے وارث محروم القسمت لوگوں کا کام ہوتا ہے کہ وہ مفید وجودوں کی قدر نہیں کرتے اور سوائے اعتراض کرنے کے نفع نہیں اٹھاتے اور خدا کی نعمت سے محروم رہتے ہیں۔ شقاوت اور محروم القسمتی کا نشان اس سے بڑھ کر کیا ہوگا۔ کہ اس بات پر غصہ دکھایا جائے۔ کہ حضرت مرزا صاحب باوجود شب و روز خدمت دین کرنے کے ضعف قلب اور بردِ اطراف کی حالت میں جب زندگی خطرہ میں ہوتی تھی۔ اس وقت مشک بطور دوا کے کیوں استعمال کر لیتے تھے۔ یا ان حالات میں کبھی کسی کا بھیجا ہوا مفرح عنبری کیوں کھا لیا۔ گویا ایسے نازک موقعوں پر ایک مولوی کو تو حق حاصل ہے۔ کہ وہ دنیا بھر کی مفرح دواؤں اور غذاؤں کو استعمال کر کے اپنی بے کار محض زندگی کو بچا لے۔ مگر ایک خادم دین اور مجاہد اسلام اپنی زندگی بچانے کے لئے اگر ان میں سے کوئی

چیز استعمال کرے گا۔ تو یہی مولوی نہایت بے حیائی سے اعتراض کرنے کے لئے آن موجود ہو گا۔

(۲) جاڑے کے بستر پر اعتراض

ذرا اعتراضوں کی نوعیت ملاحظہ ہو۔ ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے۔ کہ حضرت مرزا صاحب کو کسی دوست نے جاڑے کا ایک بستر بنوا کر بھیج دیا۔ جس پر آپ نے اس کا شکریہ یوں ادا کیا کہ "کل کے خط میں سہو سے اس بستر کی رسید بھیجنا بھول گیا۔ جو آپ نے بڑی محبت اور اخلاق کی راہ سے بھیجا تھا۔ درحقیقت وہ بستر اس سخت سردی کے وقت میرے لئے نہایت کارآمد اور عمدہ چیز ہے" فرمایئے اس میں کونسا اعتراض ہو سکتا ہے۔ سوائے اس کے کہ حسد اور عداوت نے کسی کو اندھا کر رکھا ہو۔ کیا مطلب یہ ہے کہ سردیوں میں بستر نہ استعمال کیا جائے کیا شریعت کا منشا یہ ہے۔ کہ انسان سردی میں ٹھٹھر کر جان دے دے۔ آخر اس میں کونسی بات اعتراض کے قابل تھی۔ جو مولوی حبیب اللہ کلرک انہار کو نظر آئی۔

(۳) گرم پوستین کی قیمت دریافت کرنے پر اعتراض

اسی طرح آپ نے سردی میں گرم پوستین کے لئے ایک دفعہ کسی کو خط لکھ کر صرف اس کی قیمت دریافت فرمائی۔ خریدا نہیں۔ بابو حبیب اللہ کلرک انہار کو پوستین کی قیمت دریافت کرنے پر اعتراض ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے۔ کہ جب قیمت زیادہ نظر آئی۔ تو آپ نے خریدنے کا خیال ترک کر دیا۔ اور اسی کشمیری گرم چغہ کے ساتھ جو مدت سے زیب تن فرمایا کرتے تھے۔ گزارہ کرتے رہے

اگر حضرت صاحب پوستین خریدنے کی تمنا ظاہر کرتے تو کچھ شک نہیں کہ بہت سے مرید خرید کر بطور تحفہ آپ کی خدمت میں پیش کر دیتے۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ سردی کی زیادتی کی وجہ سے پوستین کی ضرورت محسوس ہوئی ہوگی۔ لیکن قیمت زیادہ معلوم ہونے پر اس خیال کو ترک کر دیا۔ آخر اس میں اعتراض کی کونسی بات تھی۔ یہ تو ان کی کفایت شعاری پر دلالت کرتا ہے۔ کہ باوجود ضرورت محسوس ہونے کے قیمت کے زیادہ ہونے کی وجہ سے نہیں خریدا۔ مگر بولہب طبع لوگ اس پر بھی خفا ہونے سے رہ نہیں سکے۔

(۴) گھڑی خریدنے پر اعتراض

کلاک یعنی گھڑی کی آج کل کس کو ضرورت نہیں ہوتی۔ گھڑی کے بغیر اوقات کا پتہ نہیں لگتا۔ بالخصوص نماز کے اوقات تو آج کل گھڑی کے مطابق ہی متعین کئے جاتے ہیں۔ کونسا مولوی ہے۔ جس کے گھر میں گھڑی نہ ہوگی۔ مسجدوں میں کلاک لگے ہوتے ہیں۔ مگر حضرت مرزا صاحب اگر یہی کلاک خریدنا چاہیں۔ تو مولویوں کے نزدیک کشتنی و گردن زدنی ٹھیر جاتے ہیں۔ اور مزہ یہ ہے۔ کہ حضرت مرزا صاحب مبلغ نو روپے اس کے لئے بھیجتے ہیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کلاک نہیں تھا۔ بلکہ ٹائم پیس تھی۔ لکھتے ہیں پہلا کلاک بگڑ گیا ہے اب دوسرا خرید کر بھیج دو۔ مبلغ نو روپے بھیجے جاتے ہیں"۔ ظاہر ہے کہ اتنی کم قیمت کا یقیناً ٹائم پیس تھا۔ جو بگڑ گیا تھا۔ اس کے عوض میں اب دوسرا ٹائم پیس منگوا رہے ہیں۔ غلطی سے ٹائم پیس کو کلاک کا نام دے رہے ہیں۔ فرمایئے اس میں کونسی گمراہی و ضلالت کی بات تھی۔ جس پر معترض سانپ کی طرح بل کھا رہا ہے۔

حضرت مرزا صاحب کی زندگی تو اس قدر سادہ تھی۔ کہ آپ گھڑی رکھنا جانتے ہی نہ تھے۔ ایک دفعہ ایک شخص نے جیبی گھڑی لا کر دی۔ تو آپ اُسے رومال میں لپیٹے رکھتے تھے۔ اور چابی دوسروں سے دلوایا کرتے تھے۔ خود چابی دینی بھی نہ آتی تھی۔ ٹائم پیس کا مقصد فقط نمازوں کے اوقات معلوم کرنے کے سوا اور کچھ نہ تھا اس کے علاوہ یادِ الٰہی یا تصنیف سے آپ کو فرصت ہی نہ تھی۔ کھانا کھانے تک کا تو ہوش نہ تھا۔ اس انہماک اور استغراق نے جو یادِ الٰہی اور خدمتِ دین میں آپ کو تھا ہر ایک گھڑی سے آپ کو بے نیاز کر رکھا تھا۔ البتہ ضرورت اگر تھی تو نماز کے لئے تھی جب آپ ادائے فریضہ کے لئے مسجد میں تشریف لایا کرتے تھے۔ مگر ایک مولوی اس پر بھی جل مرتا ہے۔

ع ... حسود را چہ کنم کو ز خود برنج در است

(۵) تانبے کا حمام خریدنے پر اعتراض

تانبے کا حمام آج کل گھروں کی ضروریات میں سے ہے۔ کونسا گھر ہے جس میں سردیوں میں غسل اور وضو کے لئے گرم پانی کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اور گرم پانی کے لئے کم خرچ بالانشین اگر کوئی طریق ہو سکتا ہے۔ تو وہ یہی تانبے کا حمام ہے۔ مسجدوں میں تو چونے گچ کے حمام ہوتے ہیں۔ مگر گھروں میں تانبے کے حمام عام طور پر مستعمل ہوتے ہیں۔ پھر اگر حضرت مرزا صاحب نے بھی اسی مقصد کے لئے تانبے کا حمام لاہور سے منگوایا تو کیا قیامت آ گئی۔ آخر اس میں خفگی کی وجہ؟ سوائے اس کے کچھ نہیں۔ کہ حسد اور عداوت۔ تعصب اور بغض!

(۹) خیمہ خریدنے پر اعتراض

۱۹۰۴ء میں کانگڑہ کا مشہور زلزلہ آتا ہے۔ جس سے پنجاب کے اکثر شہر تہ و بالا ہو جاتے ہیں۔ قادیان میں بھی وہ زلزلہ بہت زیادہ محسوس ہوتا ہے۔ حضرت صاحب مکان چھوڑ کر باغ میں رہائش اختیار کر لیتے ہیں۔ کیوں کہ قاعدہ ہے کہ زلزلہ کے ایسے شدید جھٹکے کے بعد اکثر زلزلے آتے رہتے ہیں۔ اور بعض دفعہ بہت شدید جھٹکے بھی آتے ہیں۔ جن سے جان و مال کے نقصان کا سخت اندیشہ ہوتا ہے۔ جیسا کہ کوئٹہ کے موجودہ زلزلوں کے سلسلہ میں نظر آرہا ہے۔ قادیان میں آپ کا مکان جو پرانا اور بوسیدہ تھا۔ وہ زلزلوں کی حالت میں خطرناک تھا اور اس مکان میں نہ صرف حضرت صاحب خود معہ اہل و عیال رہتے تھے۔ بلکہ آپ کے بہت سے احباب بھی معہ اہل و عیال سکونت رکھتے تھے۔ اور مشکل سے ایک ایک کوٹھڑی ہر ایک کے حصہ میں آئی ہوئی تھی۔ آپ باغ میں رہائش کے لئے جو تشریف لے گئے۔ تو معہ ان تمام احباب و اعزا و اقربا کے تشریف لے گئے۔ جو آپ کے مکان میں جاگزین تھے۔ اس کے لئے ایک بہت بڑے خیمے کی ضرورت تھی۔ جس کے لئے آپ نے لاہور خط لکھا۔ اور لکھا کہ "معہ قناتوں اور دوسرے سامانوں کے بہت جلد روانہ فرما دیں"۔ مگر ساتھ ہی کفایت شعاری بھی آپ کو مد نظر تھی۔ اسی خیال سے آپ نے یہ بھی تحریر فرما دیا۔ کہ "کسی کو بیچنے والوں میں سے یہ خیال پیدا نہ ہو کہ کسی نواب صاحب نے یہ خیمہ خریدنا ہے۔ کیونکہ یہ لوگ نوابوں سے دو چند سہ چند مول لیتے ہیں"۔ میری سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ اس میں اعتراض کی کونسی بات ہے۔ ایک شخص کے الہامات کے

مطابق زلزلہ آتا ہے۔ وہ اپنی وحی پر یقین رکھتا ہے۔ خطرہ ہے کہ زلزلہ کے اور جھٹکے جو پیش گوئی کے مطابق ابھی اس ملک کے لیئے آیندہ مقدر تھے۔ ابھی نہ آجائیں۔ خود اہل سائنس ایسے شدید جھٹکے کے بعد دوسرے جھٹکوں کے متوقع ہوتے ہیں۔ ان حالات میں آپ مکان چھوڑ کر باغ میں رہائش اختیار کرتے ہیں سردی اور بارشوں اور اولوں کے دن ہیں۔ اس کے لیئے خیمہ کی ضرورت ہے۔ اور بڑے خیمہ کی ضرورت ہے تاکہ آپ بمعہ اپنے کل احباب اور اعزہ اور اقرباء اس میں سر چھپا سکیں۔ تو پھر ان حالات میں اگر ایک بڑا سا خیمہ خرید کیا گیا۔ تو کیا یہ اقتضائے ضرورت نہ تھی۔ کیا اپنے آپ کو بمعہ کل احباب کے دانستہ خطرہ میں ڈالے رکھنا عقل مندی ہو سکتی ہے۔ یا خود ایک چھوٹا سا خیمہ لے کر رہ پڑتے۔ اور باقی سب کو اسی مخدوش مکان میں چھوڑ آتے یا باغ میں بارشوں اور سردی کی نذر کر دیتے۔ کیا یہ شرافت اور انسانیت ہوتی؟ ممکن ہے ایک مولوی ایسی بد اخلاقی دکھانے میں مضائقہ نہ کرے۔ مگر ایک شریف اور خدا پرست انسان اس قسم کی خود غرضی کا مظاہرہ نہیں کر سکتا۔

(۷) ٹانک وائن خریدنے پر اعتراض

بڑا تیر مارا تو یہ مارا کہ ایک خط شائع شدہ نقل کیا ہے۔ جس میں حضرت مرزا صاحب نے ایک بوتل ٹانک وائن کی کسی دوست کی معرفت پلومر کی دکان سے منگوائی ہے۔ خط کے الفاظ یوں ہیں:-

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اس وقت میاں یار محمد بھیجا جاتا ہے۔ آپ اشیاء خریدنی خود خرید دیں۔ اور ایک بوتل ٹانک وائن کی پلومر کی دکان سے

خرید دیں۔ مگر ٹانک وائن چاہیئے۔ اس کا لحاظ رہے۔ باقی خیریت ہے والسلام"

اس اعتراض پر سوائے اس کے کیا کہا جائے۔ کہ بدگمانی اور تعصب کا بُرا ہو۔ یہ انسان سے عقل اور فہم کا کل مادہ سلب کر لیتا ہے۔ اوّل تو ٹانک وائن شراب نہیں۔ اور اگر ہوتی بھی تو کیا کہیں اس میں حضرت صاحب نے یہ لکھا ہے کہ ٹانک وائن میں خود پیوں گا۔ کیا ہم جو بازار سے چیزیں خریدتے ہیں یا کسی دوست سے خرید کرواتے ہیں۔ تو وہ سب ہمیشہ ہم خود ہی استعمال کرتے ہیں۔ یا بہت سی چیزیں اپنے خاندان کے دوسرے افراد کے استعمال کے لئے بھی خریدی جاتی ہیں؛ کیا یہ ممکن نہیں کہ خاندان میں کوئی فرد بیمار ہو۔ یا لمبی بیماری سے اٹھا ہو اور ضعف و نقاہت کے دُور کرنے کے لئے آپ نے اس کے لئے ٹانک وائن تجویز کی ہو۔ اور لاہور سے منگوائی ہو۔ یاد رہے کہ حضرت مرزا صاحب طبیب حاذق بھی تھے۔ اور غریبوں کا علاج مفت کیا کرتے تھے۔ اپنے پاس سے دوا بھی دیا کرتے تھے۔ پس کیا یہ ممکن نہیں کہ ٹانک وائن کسی مریض کے لئے منگائی ہو۔ حضرت مولانا نورالدین علیہ الرحمۃ تو کثرت سے کوکو وائن۔ ٹانک وائن تپ دق کے مریضوں اور کمزور بیماریوں کے لئے تجویز کیا کرتے تھے۔ اور وہ کیا۔ تمام ڈاکٹر تجویز کیا کرتے ہیں۔ اور منگواتے ہیں۔ اور مریضوں کو پلاتے ہیں۔ کیا یہ سچ نہیں کہ ڈاکٹر لوگ نمونیا اور مختلف خطرناک امراض میں برانڈی اور رم تک استعمال کرواتے ہیں اور وہ مَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ کے ماتحت جائز سمجھی جاتی ہے۔ کیوں کہ مریض کی حالت اضطراری ہوتی ہے۔ اور اضطراری حالت میں جب خنزیر کا گوشت تک حلال ہو جاتا ہے۔ تو ایک مریض کے لئے شراب بطور دوا کے کیوں جائز نہ

ہو۔ کیا سنکھیا کھانا شرعاً حرام نہیں ؟ تو پھر کیوں مختلف اطبا امراض میں سنکھیے کا استعمال کرواتے ہیں ۔ اسی لئے کہ اضطراری حالت میں ان چیزوں کا جواز شریعت کے مطابق ہے ۔ پس ان حالات میں اگر حضرت مرزا صاحب برانڈی یا ادرم کا استعمال بھی اپنے مریضوں سے کرواتے یا خود بھی مرض کی حالت میں کر لیتے تو وہ خلاف شریعت نہ تھا ۔ چہ جائیکہ ٹانک وائن جو ایک دوا ہے ۔ اگر اپنے خاندان کے کسی ممبر یا کسی دوست کے لئے جو کسی لمبے مرض سے اٹھا ہو اور کمزور ہو ۔ یا بالفرض محال وہ اپنے لئے بھی منگوائی اور استعمال بھی کی ہو ۔ تو اس میں حرج کیا ہو گیا ۔ آپ کو ضعف کے دورے اس قدر شدید پڑتے تھے ۔ کہ ہاتھ پاؤں سرد ہو جاتے تھے ۔ نبض ڈوب جاتی تھی ۔ خود میں نے آپ کو ایسی حالت میں دیکھا ہے نبض کا پتہ نہیں ملتا تھا ۔ تو اطبا یا ڈاکٹروں کے مشورہ سے آپ نے اگر ٹانک وائن کا استعمال اندریں حالات کبھی کیا ہو ۔ تو عین مطابق شریعت ہے ۔ جب حالت یہ تھی ۔ کہ آپ تمام تمام دن تصنیفات کے کام میں لگے رہتے تھے ۔ راتوں کو عبادت کرتے تھے ۔ بڑھاپا بھی تھا ۔ ضعف بھی پڑتا تھا ۔ تو اندریں حالات اگر ٹانک وائن بطور علاج کبھی استعمال بھی کی ہو تو کیا قباحت لازم آ گئی ؟ کسی ضعف اور نقاہت کی حالت میں ٹانک وائن کا استعمال عین علاج اور مطابق شریعت ہے ۔ ٹانک وائن کے استعمال کو شراب خوری قرار دینا ایک شرارت ہے ۔ اس طرح تو سارا انگریزی دواخانہ شراب خانہ کہلائے گا ۔ کونسا مکسچر اور کونسا ٹنکچر اور لیکوئیڈ ایکسٹریکٹ ہے ۔ جس میں اسپرٹ نہیں پڑتی جو شراب کا اصلی جوہر ہے ۔ بات یہ ہے کہ بعض دوائیں تو پانی میں حل ہو جاتی ہیں ۔ اور اکثر دوائیں جو پانی میں حل

نہیں ہوتیں۔ وہ الکحل میں حل ہوتی ہیں۔ الکحل میں حل کرنے کا یہ فائدہ بھی ہوتا ہے۔ کہ دوا میں تعفن نہیں پیدا ہوتا۔ پانی میں حل کرنے سے خواہ جلد یا بدیر تعفن پیدا ہو جاتا ہے۔ اسی لئے ادویات کو الکحل میں حل کر کے رکھا جاتا ہے۔ تاکہ وہ کماحقہٗ حل ہو جائیں۔ اور خراب بھی نہ ہوں۔ الکحل کی مختلف شکلیں ہوتی ہیں۔ بعض اسپرٹ کہلاتی ہیں اور بعض وائن۔ ادویات زیادہ تر اسپرٹ میں حل کی جاتی ہیں۔ مثلاً اسپرٹ امونیا ایرومیٹک۔ اسپرٹ کیمفر وغیرہ وغیرہ اور عام قسم کے ٹنکچر لائیکوراور لیکوئڈ ایکسٹریکٹ وغیرہ۔ لیکن بعض ادویہ وائن میں بھی حل کی جاتی ہیں۔ مثلاً وائنم ایپیکاک۔ وائنم کالچی سائی وغیرہ۔ یہ لاطینی نام ہیں۔ انگریزی میں یہ اپیکاک وائن اور کالچی کم وائن کہلاتی ہیں۔ یہ ادویات کھانسی اور درد مفاصل میں بہت عام استعمال میں آتی ہیں۔ اسپرٹ اور وائن میں حل شدہ یہ انگریزی ادویات ہزارہا مسلمان جن میں علما بھی شامل ہیں۔ ان کی بوتلوں کی بوتلیں پی جاتے ہیں۔ لیکن کبھی کوئی نہیں کہتا کہ یہ شراب پی رہے ہیں۔ یہی حال ٹانک وائن کا ہے۔ اس میں بعض جڑی بوٹیاں مثلاً کولا اور کونین اور بعض دفعہ مچھلی کا تیل (کاڈ لیور آئل)، چونے کے مرکبات۔ مینگنیز وغیرہ حل کی ہوئی ہوتی ہیں۔ اور عام طور پر لمبے امراض سے اٹھے ہوئے مریضوں کو ان کی طاقت کو بحال کرنے کے لیئے استعمال کرائی جاتی ہیں۔ مگر کبھی کوئی ان مریضوں کو شرابی نہیں کہتا اور نہ ایسا کہنا درست ہو سکتا ہے۔ تو پھر حضرت مرزا صاحب نے ٹانک وائن اگر مریضوں کے لئے خرید کروائی۔ یا خود بھی بالفرض محال ان حالات میں استعمال

کی ہو۔ جب آپ کو ضعف کے دَورے پڑتے تھے۔ تو کیا اس کا نام دوا اور علاج ہوگا۔ یا شراب خوری ہوگی۔ ٹانک وائن شراب نہیں دوا ہے۔ اور ضرورت کے وقت اس کے استعمال کر لینے پر آوازے کسنا انصاف نہیں۔ ظلم اور شرارت ہے۔

خط کو پڑھو۔ اس میں فقط ٹانک وائن کی ایک بوتل خریدنے کا حکم ہے اس میں کہیں اپنے استعمال کرنے کا ذکر نہیں۔ بہت سے پرانے احباب جانتے ہوں گے۔ کہ حضرت صاحب بہت سی ادویات غربا میں تقسیم کیا کرتے تھے انہی میں ٹانک وائن بھی تھی۔ غریب لوگ اتنی گراں قیمت دوا خرید نہیں سکتے تھے۔ اس لئے آپ قیمتی دوائیں خود خرید کر ان میں تقسیم کیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ میری ایک رشتہ دار خاتون بیمار ہوگئیں۔ اور ضعف و نقاہت زیادہ ہوگئی۔ تو میرے عرض کرنے پر نہ صرف دعا کی بلکہ ان کے لئے بھی ٹانک وائن تجویز کی۔ چونکہ قادیان میں کوئی دواخانہ نہ تھا۔ اس لئے ٹانک وائن بھی خود اپنے پاس سے عنایت فرمائی ؎ اسی امر کے لئے رکھی ہوئی تھی کہ مریضوں کے کام آئے۔

یہ ہے کہانی ٹانک وائن کی جس پر بغلیں بجائی جاتی ہیں۔ اور کوئی خدا کا خوف نہیں کیا جاتا۔ جب فقط اعتراض کرنا ہی اصل مقصود ہو تو پھر نہ خدا یاد رہتا ہے۔ نہ موت یاد رہتی ہے۔ نہ اعمال کی باز پرس کی پروا باقی رہ جاتی ہے۔

(۸) کموڈ خریدنے پر اعتراض

جو شخص ضعف کے دوروں کی وجہ سے کمزور ہو رہا ہو۔ یا کسی وجہ سے وہ خود بیمار ہو یا اس کے گھر میں کوئی عزیز بیمار ہو۔ اور پاخانہ کے لئے پیروں کے بل بیٹھ نہ سکتا ہو۔ تو اگر وہ کموڈ جسے انگریزی وضع کا پاخانہ آپ تحریر فرماتے ہیں، منگوا لے۔ کیوں کہ اس پر بیٹھنے سے دل پر زور کم پڑتا ہے۔ اور تکان اور ضعف پیدا نہیں ہوتا۔ تو فرمایئے اس میں کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ آخر اعتراض کرتے وقت انسان کو کچھ حیا سے بھی کام لینا چاہیئے۔ مگر حیا تو ایمان کا جزء ہے۔ جب ایمان داری اٹھ جائے۔ تو حیا کہاں سے آئے۔

(۹) پان منگوانے پر اعتراض

حضرت مرزا صاحب کی بی بی دہلی کی تھیں۔ انہیں پان کھانے کی عادت تھی۔ ان کے لئے لاہور سے آپ نے پان منگوائے ہیں۔ بس اس پر بھی اعتراض ہے۔ حالانکہ دہلی اور لکھنؤ اور تمام ہندوستان میں چلے جایئے کون مولوی ہے جو پان نہیں کھاتا۔ وعظ کرتے جاتے ہیں۔ اور پان چباتے ہیں۔ حضرت مرزا صاحب کی اپنی عادت پان کھانے کی نہ تھی بیوی کے لئے ضرور پان منگوایا۔ کبھی مہمانوں کے لئے بھی پان منگوائے۔ حسد اور تعصب کا تقاضا ہی یہ ہے کہ جو کام بھی مرزا صاحب کریں گے۔ وہ محل اعتراض ہوگا۔ وہی کام بڑے سے بڑے علما کریں۔ بلکہ ہاتھی مع ہودہ غائب کر جائیں۔ سب درست۔ ٹھیک اور صحیح۔!

(۱۰) بیوی صاحبہ کے کپڑا خریدنے پر اعتراض

حضرت صاحب کی بی بی تبدیل آب و ہوا کے لئے ایک مرتبہ لاہور تشریف لے جاتی ہیں۔ قادیان اس وقت بالکل ایک گاؤں تھا۔ کوئی کام کا کپڑا نہ ملتا تھا۔ حضرت صاحب لاہور کے کسی دوست کو خط لکھتے ہیں کہ وہ "بعض چیزیں پارچات وغیرہ خریدیں گی"۔ اس میں ان کے ساتھ ہو کر خرید کر دا دیں۔ فرمایئے اس میں کیا قیامت آگئی۔ آخر مومن کی شان کیا اس امر کی متقاضی ہے۔ کہ ان کی بیویاں برہنہ پڑی پھریں۔ مگر مولوی حبیب اللہ اس پر بھی معترض ہیں کیوں؟ یہ انہیں خود ہی علم ہوگا۔ ہماری تو سمجھ سے باہر ہے۔

(۱۱) عید پر گوٹے والی قمیض خریدنے پر اعتراض

عید آتی ہے۔ حضرت مرزا صاحب کی صاحبزادی مبارکہ بیگم اس وقت چھوٹی سی ہیں۔ وہ عید پر ایک گوٹے والی قمیض کی تمنا کرتی ہیں۔ اُن کی والدہ کے اصرار پر حضرت صاحب ایک دوست کو لاہور خط لکھتے ہیں۔ کہ "مبارکہ میری لڑکی کے لئے ایک قمیض ریشمی یا جالی کی جو چھ روپے قیمت سے زیادہ نہ ہو اور گوٹہ لگا ہوا ہو۔ عید سے پہلے تیار کرا کے بھیج دیں"۔ آخر اس میں اعتراض کی کونسی بات ہے۔ کیا عورت کے لئے ریشمی یا گوٹہ والی قمیض پہننا منع ہے۔ کیا بخاری و مسلم کی حدیث مولوی صاحب کو بھول گئی۔ جس میں لکھا ہے۔ کہ حضرت علی فرماتے ہیں۔ کہ آنحضرت صلعم نے مجھے ایک ریشمی جوڑا دیا۔ پھر میں اس کو پہن کر نکلا۔ تو میں نے آپ کے چہرہ مبارک پر غصہ کے آثار دیکھے۔ پھر میں نے اس کو اپنی عورتوں میں تقسیم کر دیا۔ عن علی بن ابی طالب

رضی اللہ عنہ قال کسانی النبی صلی اللہ علیہ وسلم حلة سیراء فخرجت فیھا فرأیت الغضب فی وجھہ فشققتھا بین نسائی متفق علیہ
اس حدیث سے صاف معلوم ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی گھر کی مستورات نے ریشمی کپڑے پہنے۔ سب جانتے ہیں۔ کہ آپ کی بی بی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ تو جب آنحضرت صلعم کی صاحبزادی نے ریشمی قمیص پہنی جن کی بزرگی ہم سب کو مسلم ہے۔ تو پھر حضرت مرزا صاحب کی صاحبزادی کے ریشمی قمیص پہننے پر کیا اعتراض حالانکہ ہم حضرت مرزا صاحب کو نبی بھی نہیں سمجھتے۔ بلکہ محمد رسول اللہ صلعم کا ایک غلام سمجھتے ہیں۔

(۱۴) بیوی صاحبہ کے زیور پہننے پر اعتراض

ایک مرتبہ پہنچیوں کے طلائی دانوں میں تاگا ڈلوایا گیا۔ اس پر اعتراض ہے۔ معلوم نہیں کیوں؟ کیا عورت کے متعلق قرآن کریم میں جناب الٰہی کا یہ ارشاد نہیں کہ او من ینشؤا فی الحلیة کہ عورت تو وہ جنس ہے۔ جو زیور میں ہی نشوو نما پاتی ہے۔ حضرت مرزا صاحب کی بیوی نے اگر زیور پہن لیا تو کیا قیامت آگئی۔ آخر صحابہ کی عورتیں بھی سونے کے زیور پہنتی تھیں۔ جیسا کہ حاکم کی حدیث میں حضرت عمرو بن شعیب نے اپنے باپ اور اپنے دادا سے روایت کی ہے۔ کہ ایک عورت آنحضرت صلعم کی خدمت میں آئی۔ اس کے ساتھ اس کی بیٹی تھی۔ جس کے ہاتھ میں سونے کے کڑے تھے۔ جب یہ آپ نے اُسے فرمایا کہ کیا تو اس کی زکواۃ ادا کرتی ہے۔ اس نے کہا کہ نہیں۔ تو آپ نے فرمایا کہ کیا تجھے پسند ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کے عوض میں وہ آگ کے کڑے پہنا دے۔

اس کا مطلب کیا صاف یہ نہیں کہ سونے کے کنگن شوق سے پہنو صرف ان کی زکواۃ دیتی ہو ابوداؤد کی حدیث میں حضرت نبی کریم صلعم کی بی بی حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا خود روایت کرتی ہیں کہ وہ سونے کے اوضاع (کنگن) پہنا کرتی تھیں۔ انہوں نے رسول اللہ صلعم سے دریافت کیا کہ کیا یہ کنز ہے۔ آپ نے فرمایا جب تو زکواۃ دیتی ہے تو یہ کنز نہیں۔ عن ام سلمہ رضی اللہ عنہا انہا کانت تلبس اوضاحًا من ذہب فقالت یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکنز ہو قال اذا ادیت زکوٰتہ فلیس بکنز رواہ ابوداؤد والدارقطنی وصححہ الحاکم جب ازواج مطہرات میں سے حضرت ام المومنین ام سلمہ سونے کے کنگن پہنتی تھیں تو پھر اگر حضرت مرزا صاحب کی جو محمد رسول اللہ صلعم کے ایک غلام ہیں بی بی نے سونے کی پہنچیاں یا اور کوئی سونے کا زیور پہن لیا تو کیا قیامت آگئی۔

اسلام رہبانیت کا نام نہیں اللہ کی فرمانبرداری کا نام ہے

مجھے سمجھ نہیں آتا۔ کہ ان مولویوں اور ان کے چیلوں چانٹوں نے اسلام کو سمجھ کیا رکھا ہے۔ اسلام رہبانیت یعنی ترک دنیا کا نام نہیں۔ اسلام تو اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کے لئے ترک خواہشاتِ نفس کا نام ہے۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کے لئے نفس کی ہر ایک خواہش کو ہر وقت ذبح کرنے کے لئے تیار رہتا ہے۔ اور سوائے رضائے الٰہی کے اپنی زندگی کا اور کوئی مقصد نہیں رکھتا۔ اس شخص کے کھانے پینے اور لباس اور نکاح پر اعتراض کرنا جہالت ہے۔ جو لوگ خدا کے ہو جاتے ہیں۔ اور اس کی رضا کو اپنے نفس پر اس قدر مقدم کر لیتے ہیں کہ ان کا کوئی کام اللہ تعالیٰ کے حکم سے باہر نہیں ہوتا۔ وہ تو اپنی خواہشات پر ایک موت وارد کر چکے ہوتے ہیں۔ اور خدا میں ہو کر جیتے

ہیں۔ اور یہ وہی حالت ہوتی ہے۔ جس کے متعلق حدیثوں میں آیا ہے۔ کہ خدا اُن کی زبان ہو جاتا ہے۔ جس سے وہ بولتے ہیں۔ اور ہاتھ ہو جاتا ہے۔ جس سے وہ کام کرتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔

مقربین الٰہی کا ہر ایک قول و فعل خدا کے حکم کے ماتحت ہوتا ہے

پس ان کی زندگی کا ہر ایک قول و فعل خدا کے حکم کے ماتحت ہوتا ہے۔ خدا انہیں کھلاتا ہے تو وہ کھاتے ہیں۔ خدا انہیں پلاتا ہے تو وہ پیتے ہیں۔ وہ اگر شادی کرتے ہیں تو خدا کے حکم سے کرتے ہیں۔ غرضکہ ان کا کوئی کام خواہشات نفس کے ماتحت نہیں ہوتا۔ ایک دنیا دار پادری۔ یا آریہ۔ یا ایک خشک مُلّا اپنے نفس پر قیاس کر کے کسی خدا کے نبی یا ولی پر اعتراض کر دیتا ہے۔ کہ وہ کھانا کیوں کھاتا ہے۔ یا فلاں عمدہ کھانا کیوں کھا لیا۔ یا فلاں نکاح کیوں کر لیا۔ حالانکہ خدا کے نبی یا ولی کا فعل رضائے الٰہی کے ماتحت ہوتا ہے۔ دنیا دار انسان کی طرح اس کا نفس درمیان میں نہیں ہوتا یہی فرق ایک دنیا دار انسان میں اور خدا کے ولی میں ہوتا ہے۔ وہی فعل ایک دنیا دار کرتا ہے۔ اور وہ خواہش نفس کے ماتحت ہوتا ہے۔ اور وہی فعل ایک خدا کا ولی کرتا ہے اور وہ رضائے الٰہی کے ماتحت ہوتا ہے۔ اُس کا نفس درمیان میں نہیں ہوتا۔ ایک دنیا دار انسان خواہش نفس کے ماتحت کھانا کھاتا اور نکاح کرتا ہے۔ مگر خدا کا ولی حکم الٰہی کے ماتحت کھانا کھاتا اور نکاح کرتا ہے ایک ظاہر بین آنکھ کو ممکن ہے دونوں میں بظاہر کوئی فرق نظر نہ آئے۔ مگر درحقیقت باطن میں بہت فرق ہوتا ہے۔ اس لئے

کہ ایک خواہش نفس کے ماتحت ہوتا ہے۔ اور دوسرا حکم الٰہی کے ماتحت ہوتا ہے۔ اس بات کو حضرت مولانا روم اس طرح اپنی مثنوی میں بیان فرماتے ہیں ؎

کارِ پاکاں را قیاس از خود مگیر
گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر

کہ پاک لوگوں کے کام کو اپنے پر قیاس مت کرو۔ اگرچہ لکھنے میں شیر (جو جنگل کا مشہور درندہ ہے) اور شیر (جس کے معنی دودھ کے ہیں)۔ بظاہر مشابہ ہیں۔ مگر معنی میں کس قدر فرق ہے۔ یہی امر جناب الٰہی قرآن کریم میں اس طرح بیان فرماتے ہیں۔ کہ قل ان صلوٰتی ونسکی ومحیای و مماتی للہ رب العٰلمین وبذٰلک امرت وانا اول المسلمین۔ کہ دے میری نماز اور میری قربانیاں اور میرا جینا اور میرا مرنا اللہ کے لئے ہے۔ جو تمام جہانوں کا رب ہے۔ اور میں اسی کے لئے حکم کیا گیا ہوں۔ اور میں سب سے پہلے اور سب سے بڑھ کر فرمان بردار ہوں۔

اسلام کا کمال فنا کے بعد بقا

یہ ہے اسلام کا کمال جو اس آیت میں نظر آ رہا ہے۔ جب بندہ جناب الٰہی کے لئے ہر قسم کی قربانیاں کرتا اور نفس کی خواہشات کو قربان کر دیتا ہے۔ اور کامل طور پر اس کے دروازے پر آگرتا ہے۔ تو اس فنا کے بعد اس کو ایک بقا دی جاتی ہے۔ اور اس کا جینا اور مرنا خدا کے لئے ہو جاتا ہے۔ یہ کمال بدرجہ اتم حضرت محمد رسول اللہ صلعم کو ملا۔ مگر آپ کے متبعین بھی علیٰ قدر استعدا

اس مرتبۂ فنا و بقا کے وارث ہوتے ہیں۔ اور یہی وہ مرتبہ قربِ الٰہی اور ولایت کا ہے۔ جس کے بغیر اسلام اپنے کمال کو نہیں پہنچتا۔

حضرت سید عبدالقادر جیلانی کا اعلیٰ لباس

چنانچہ حضرت سید عبدالقادر جیلانی کے حالات بیان کرتے ہوئے حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی اپنی کتاب اخبار الاخیار فی اسرار الابرار میں اس طرح رقمطراز ہیں :-

"نقل است کہ آنحضرت در نہایت کار بغایت جامۂ نفیس پوشیدے روزے خادم پیش ابو الفضل بزاز رفت و گفت۔ کہ جامہ مے خواہم کہ گزے بدینار بود نہ بیش و نہ کم۔ پرسید کہ ایں جامہ برائے کہ می خری۔ گفت برائے شیخ خود محی الدین عبد القادر"۔ یعنی آنحضرت (سید عبدالقادر جیلانی) نہایت درجہ کا نفیس کپڑا پہنتے تھے۔ ایک روز ان کا ایک خادم ابو الفضل بزاز کے پاس گیا اور کہا۔ مجھے کپڑا چاہیئے۔ ایک دینار فی گز کے نرخ کا ہو اس سے کم و بیش نہ ہو۔ اس نے کہا کہ کس کے لئے تو خریدتا ہے! انہوں نے کہا۔ اپنے شیخ حضرت سید عبدالقادر جیلانی کے لئے"۔ اس کے بعد اس بزاز کے دل میں وسوسہ گذرا کہ شیخ موصوف نے کپڑا پہننے میں خلیفۂ وقت کو بھی مات کر دیا۔ قضا عند اللہ اس بزاز کو ایک تکلیف ہو گئی۔ اور اس کے لئے اُسے حضرت سید عبدالقادر جیلانی رح کی طرف رجوع کرنا پڑا۔ اس وقت حضرت سید عبدالقادر جیلانی رح نے فرمایا۔ کہ تو نے کیوں مجھ پر اعتراض کیا۔ میں تو جب تک اللہ تعالیٰ خود نہیں فرماتا۔ کہ اے عبدالقادر تو اس کپڑے

کو پہن جو ایک دینار فی گز ہے۔ میں نہیں پہنتا۔ پھر فرمایا کہ ہم لوگوں کی پوشاک درحقیقت ایک کفن کا حکم رکھتی ہے۔ جسے ہم اپنے نفس پر ہزار موت وارد کرنے کے بعد پہنتے ہیں"۔ اسی طرح کتاب الجواہر المرضیہ میں حضرت سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت لکھا ہے۔ کہ فقیہوں اور مجتہدوں کی طرح " درویش صفت باش وکلاہ تتری دار" عمامہ و عبا و چادر اوڑھتے۔ لباس ہمیشہ قیمتی۔ نفیس اور پاکیزہ زیب تن فرماتے۔ بالعموم قاطر پر سوار ہوتے تھے"۔ اس عبارت سے یہ بھی نظر آتا ہے۔ کہ بڑے بڑے ائمہ مجتہدین اور فقہا عمدہ اور نفیس لباس پہنا کرتے تھے۔ اور کیوں نہ پہنتے آخر نہ پہننے کی وجہ؟ جب خدا خود فرماتا ہے۔ کہ قل من حرم زینۃ اللہ التی اخرج لعبادہ والطیبٰت من الرزق۔ کہہ دے کہ کون ہے جس نے حرام کر دیا زینت کے سامانوں کو جنہیں اللہ نے اپنے بندوں کے لئے پیدا کیا۔ اور پاکیزہ رزق کو۔ ہاں دنیا اور خواہشات نفسانی کو اپنا معبود اور مقصود بنا لینا منع ہے۔ لیکن جیسا کہ میں اوپر ذکر کر آیا ہوں۔ اہل اللہ پہلے ہی اپنے نفسانی خواہشات پر موت وارد کر چکے ہوتے ہیں۔ وہ کھاتے پیتے پہنتے۔ شادی کرتے غرض کہ سب کچھ وہ کرتے ہیں۔ جو تقاضائے بشریت ہے۔ مگر ان کے سب افعال رضائے الٰہی کے ماتحت ہوتے ہیں۔ ان کا نفس درمیان میں نہیں ہوتا۔

حضرت مرزا صاحب کی حالت استغراق اور کھانے کیطرف سے بے توجہی

ہم نے خود حضرت مرزا صاحب کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ انہیں

تو اس قدر جناب الٰہی کی یاد میں استغراق اور خدمتِ دین میں انہماک تھا۔ کہ انہیں پتہ ہی نہ ہوتا تھا۔ کہ وہ کیا کھا رہے ہیں۔ اور کیا پہن رہے ہیں۔ جو کھانا کسی نے پکا کر سامنے رکھ دیا۔ سر جھکا کر کھا لیا۔ اگر کھانا نہیں رکھا تو مانگا بھی کبھی نہیں۔ گھر کے لوگ خیال سے انہیں کھانا بھیج دیتے تھے۔ کیوں کہ جانتے تھے کہ انہیں اپنے استغراق اور انہماک سے اتنی فرصت ہی نہیں۔ کہ وہ کھانا مانگیں۔ اگر کبھی کھانا بھیجنا بھول گئے۔ تو فاقہ ہو گیا۔ اور پھر کبھی شکایت نہیں کہ آخر میں گھر کا مالک ہوں۔ میرے کھانے کی کیوں فکر نہیں۔ اچھا کھانا مل گیا تو وہ کھا لیا۔ برا کھانا مل گیا تو وہ کھا لیا۔ نہ اچھے کھانے پر اظہارِ خوشنودی کیا۔ نہ برے کھانے پر اظہارِ ناراضگی کیا۔

ایک مرتبہ آپ کسی تصنیف میں مشغول تھے۔ خادمہ کھانا لے آئی۔ آپ فرش پر بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ کو اطلاع دے کر کھانا وہیں رکھ کر چلی گئی۔ آپ کو خبر بھی نہ ہوئی۔ اتفاق سے ایک جنگلی کتا کہیں سے گھس آیا۔ وہ کھانا سب کھا پی کر چاٹ چوٹ کر چلتا ہوا۔ آپ کو تب بھی خبر نہ ہوئی۔ خادمہ کچھ عرصہ کے بعد آئی۔ دیکھا کہ برتن خالی پڑے ہیں۔ اس نے سمجھا کہ کھانا کھا لیا۔ وہ برتن اٹھا کر چلتی ہوئی۔ آپ کو پھر بھی خبر نہ ہوئی۔ اس وقت کا فاقہ ہو گیا۔ آپ کو خیال بھی نہ آیا۔ بعد میں کسی نے کھانے کی نسبت دریافت کیا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ آپ نے اب تک کھانا نہیں کھایا۔ تب پتہ لگا۔ کہ کھانا تو کتا کھا گیا۔ میں پوچھتا ہوں۔ کہ کھانے کے

شوقینوں کا کیا یہی طریق ہوا کرتا ہے۔ کہ اپنے خدمت دین کے کام میں اس قدر انہماک ہو کہ کھانے پینے کا ہوش نہ ہو۔ اور اس کی حالت اس شعر کا صحیح مصداق ہو جو حضرت مرزا صاحب کا ہے ؎

نے ز فردوسم حکایت کن نہ از آلام نار کو غم دین محمد مے زنم شوریدہ وار

کھانے کے جو شوقین ہوا کرتے ہیں۔ وہاں تو کھانے کے اوقات میں بڑا بڑا اہتمام ہوا کرتا ہے۔ ان کے مطبخ میں تو قسم قسم کے کھانوں کی تیاریوں کا اہتمام ہوتا ہے اور کھانے کے وقت کے وہ اس طرح منتظر ہوتے ہیں۔ جس طرح روزہ دار عید کے چاند کے۔

حضرت مرزا صاحب کا لباس

لباس کا بھی یہی حال تھا۔ اگر کسی نے کوئی اچھا کپڑا لا کر پہنا دیا تو پہن لیا نہیں پہنایا تو جیسا کپڑا بھی مل گیا پہن لیا۔ کبھی کوئی تمنا نہیں کی کہ مجھے ایسا کپڑا چاہیئے۔ کوئی دوست کوٹ بنا کر لے آتے اور آپ کو پہننا پڑتا تو بٹن لگانا کبھی نہ آیا۔ نیچے کا بٹن اوپر کے کاج میں اور اوپر کا بٹن نیچے کے کاج میں لگا ہوا اکثر نظر آتا تھا۔

ایک دفعہ ایک شخص نے بوٹ تحفہ میں پیش کیا۔ آپ نے اس کی خاطر سے پہن لیا۔ مگر اس کے دائیں بائیں کی شناخت نہ کر سکتے تھے۔ دایاں پاؤں بائیں طرف کی بوٹ میں اور بایاں پاؤں دائیں طرف کی بوٹ میں پہن لیتے تھے۔ آخر اس غلطی سے بچنے کے لئے ایک طرف کے بوٹ پر سیاہی سے نشان لگانا پڑا۔

قمیص اور پائجامہ کا کپڑا نہایت معمولی قسم کا ہوا کرتا تھا۔ پیروں میں دیسی جوتی نہایت معمولی قسم کی ہوتی تھی۔ سر پر پگڑی کبھی بیش قیمت ہم نے تو دیکھی نہیں۔

آپ کی غذا کا کوئی خاص اہتمام نہ تھا

نہ معلوم ان مولویوں کو پلاؤ زردہ کہاں سے نظر پڑ گیا ہمیں تو ہمیشہ یہی شکایت رہی۔ کہ حضرت مرزا صاحب کو کھانا اچھا نہیں ملتا۔ جو شخص اس قدر دماغی محنت کرتا ہو کہ جب لکھتے لکھتے تھک جاتے تھے تو اٹھ کر ٹہلنے لگتے تھے۔ ٹہلتے جاتے تھے اور لکھتے جاتے تھے۔ صحن کے دونوں سروں پر دو دواتیں رکھی ہوتی تھیں۔ ایک سرے پر گئے تو اُدھر کی دوات کی سیاہی سے قلم کا ڈوبا لے لیا۔ دُوسرے سرے پر گئے تو وہاں کی دوات کی سیاہی میں قلم ڈبو لی۔ راتوں کی عبادت اور دعا۔ اور دن کو یہ دماغی محنت۔ ایسے شخص کے لئے اس بات کی کس قدر ضرورت تھی۔ کہ آپ کے کھانے کا خاص طور پر اہتمام کیا جاتا۔ اور ایسی غذائیں مہیا کی جاتیں جو دل و دماغ کی خاص طور پر پرورش کریں اور قوت دیں۔ مگر کبھی بھی ایسا نہ ہوا۔ اتنے بڑے کنبہ میں کبھی کھانا وقت پر ملا۔ کبھی نہیں ملا۔ جو گھر میں پک گیا اور سامنے آگیا۔ وہ کھا لیا۔ اور اکثر ہم نے تو بہت سادہ خوراک دیکھی۔ آپ مرغن غذا ویسے بھی نہ کھا سکتے تھے۔ کیونکہ آپ کی دماغی محنت اس بات کی مقتضی تھی کہ غذا زود ہضم اور سادہ ہو۔ اور وہ خود بھی اس کا بہت خیال رکھتے تھے۔ کیوں کہ خود طبیب تھے۔ بعض دفعہ کھانا کھانے کی طرف طبیعت مائل ہی نہ ہوتی تھی۔ گھر کے لوگوں کے اصرار پر آپ فرمایا کرتے تھے۔ کہ اچھا میرے سامنے کھانا کھاؤ۔ شاید طبیعت میں کھانے کی خواہش پیدا ہو جائے۔ کیوں کہ دوسرے آدمی کو کھاتے دیکھ کر انسانی فطرت ہے۔ کہ کھانے کی طرف طبیعت مائل ہو جاتی ہے۔

شیرۂ بادام پر اعتراض

جن دنوں حقیقۃ الوحی لکھ رہے تھے۔ غذا کی سادگی اور اس میں غذائیت کی کمی کو دیکھ کر میں نے تجویز کیا۔ کہ حضور بادام پسوا کر شیرۂ بادام پیا کریں۔ چنانچہ آپ نے اسے بہت پسند کیا۔ اور اس سے آپ کو فائدہ بھی ہؤا۔ غور کا مقام ہے۔ کہ آخر اس میں کیا گناہ ہو گیا۔ میں ڈاکٹر تھا میں نے ایک غذا تجویز کی اور وہ مفید ثابت ہوئی۔ مگر وہیں قادیان ہیں دشمنوں کو کہتے سنا گیا کہ "لو جی۔ مرجاتے باداماں پیندا اے"۔ یعنی لو جی مرزا تو بادام پیتا ہے اب فرمائیے۔ اس میں کیا خلاف شرع بات تھی۔ جس پر یہ "باداماں پیندا" کا فقرہ چست کیا گیا۔ ان کے خیال کے مطابق تو خدا کے مقربین کو شاید پتھر کھانا اور خاک پھانکنا چاہیئے۔ اعتراض کرتے وقت شریعت۔ عقل۔ انصاف تقویٰ سب بالائے طاق دھر دیئے جاتے ہیں۔

اعتراض کرتے وقت انصاف اور تقوےٰ سے کام لو

میں پھر خدا کا یہ ارشاد دُہراتا ہوں۔ کوئی ہے جو اس پر کان دھرے۔ ارشاد ہوتا ہے۔ یا ایہا الذین امنوا کونوا قوامین للہ شھداء بالقسط ولا یجرمنکم شنان قوم علیٰ الا تعدلوا اعدلوا ھو اقرب للتقویٰ واتقوا اللہ ان اللہ خبیر بما تعملون (المائدہ)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ کے لئے انصاف کے ساتھ شہادت دینے کے لئے کھڑا ہونیوالے بنو۔ اور کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس بات کا مجرم نہ بنادے کہ تم انصاف نہ کرو۔ انصاف کرو کہ یہی تقویٰ سے قریب تر ہے۔ اور اللہ سے ڈرو۔ بے شک اللہ جو تم کرتے ہو۔ اس سب سے باخبر ہے ٭